ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

بعون اللہ المعین این رسالہ دافعہ اوہام غیر مقلدین متضمنہ اجوبہ اجلہ موسومہ بہ

اظہار الادلہ

فاضل اکمل جناب مولوی سید

باہتمام محمد عبدالرحمن بن حاجی محمد روشن خان

در مطبع نظامی واقع کانپور مطبوع گردید ۱۲۹۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم

بعد حمد و نعت کے عاجز سراپا گناہ سید کریم اللہ ساکن نیلور علاقہ مدراس وارد حال قصبہ گلبرگہ خدمت مین ارباب دین و دانش کے عرض کرتا ہی کہ اس عرصہ مین ایک اشتہار مطبوعہ مطبع لاہور از جانب مولوی محمد حسین صاحب لاہوری بعض احباب کے ذریعے سے میرے پاس پونہچا اور اوسمین نسبت مذہب حنفیہ کے دس سوال مندرج پائے اور حضرت سائل نے اوس اشتہار مین یہ بھی درج فرمایا ہی کہ جو ان سوالات کے جواب مین کوئی آیۃ یا حدیث صحیح پیش کریگا اوسکو فی آیت و حدیث دس دس روپئے دیے جائینگے چونکہ اکثر سوالات مندرجہ اشتہار وہی ہین جنکے باب مین علمائے سابقین بطور کامل رفع شبہات کر چکے ہین اور اس عہد مین غالبًا بہت لوگون نے جواب لکھے ہونگے اس صورت مین اگر جناب سائل کے پاس کوئی خزانہ وافر بھی موجود ہوگا تب بھی ایفاے وعدہ کرنا مشکل بلکہ غیر ممکن ہوگا لیکن اگر یہ فرماوین کہ کوئی جواب قابل اطمینان و لائق قبول نہین تو البتہ آسانی سے چھٹکارا ہو سکتا ہی لیکن الحمد للہ کہ اس طرف سے بھی درخواست صلہ کی نہین ہی اور لَا تَشْتَرُوا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا کا مضمون یاد ہی صرف اگر جناب سائل کی طرف سے انصاف پسندی ظہور مین آئے ہم اسی کو ہزار صلہ کے برابر سمجھتے ہین لیکن اس اشتہار کے دیکھنے سے یہ امر بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ جناب سائل کو طلب جواب مقصود نہین ہی بلکہ جنگ و سرگرمی ہی منشا باطنی یہ ہی کہ عوام لوگ اس اشتہار کو دیکھکر جانین کہ مذہب حنفی اسقدر بے اصل و سند ہی کہ باوجود دس دس روپیہ صلہ قرار دینے کے بھی کوئی متکفل جواب کا نہ ہو سکا اور جناب سائل کا یہ خیال محض فکر محال ہی اسواسطے کہ کوئی عاقل جو ذرا سا شعور اور وقوف رکھتا ہوگا ہرگز باور نکریگا کہ اس ہزار برس کی مدت مین ہزارہا علما اور فضلا موافق و مخالف گذرے اب تک کسی کو منشاے اصلی اور سقم اس مذہب کا معلوم نہوا اب ہزار گیارہ سو برس کے بعد حضرت سائل پر یہ راز منکشف ہوا

بطور کشف و الہام کے تو کہہ نہین سکتے اسواسطے کہ وہ اہل حق کے نزدیک حجت نہین اور ظنی محض ہی البتہ وحی کا احتمال ہوسکتا ہی خلاصہ یہ کہ رفتہ رفتہ اس قصبہ مین بھی چرچا اس اشتہار کا پھیلا اور عوام کو تردد پیدا ہوا یہ حال دیکھکر راقم سطور نے باوجود بے استعدادی اور بے سامانی کچھہ نہ کچھہ جواب ادا کرنا اور خاطر عامۂ ناس کو تسکین دیکر اس مغالطہ سے بچانا ضرور سمجھا اسواسطے یہ چند کلمے لکھنے مین آئے خدمت علما و فضلا کی توقع اصلاح کی ہی اور چونکہ صرف بنظر رفع شبہات عوام کے ایسی جرأت عمل مین آئی ہی لہذا اس جسارت کی نسبت بھی امید عفو کی ہی۔ والعفو عند کرام الناس مقبول ؛ احتیاطاً نقل اشتہار بھی ساتھ اسکے مرقوم ہوتی ہی۔

اشتہار مولوی محمد حسین صاحب لاہوری

مین جملہ حضرات حنفی مذہب پنجاب اور ہندوستان و ممالک مدراس کو بطور اشتہار وعدہ دیتا ہون کہ اگر کوئی صاحب حنفی مذہب مسائل ذیل مین کوئی آیت قرآن یا حدیث صحیح جسکی صحت مین کسیکو کلام نہو اور وہ اس مسئلہ مین جسکے لیے پیش کیجاے نص صریح قطعی الدلالۃ ہو پیش کرین تو فی آیت اور فی حدیث یعنی ہر آیت و حدیث کے بدلے دس روپے بطور انعام کے دونگا۔

۱ اولاً رفع یدین نہ کرنا آنحضرت کا بوقت رکوع جانے اور رکوع سے سر اوٹھانے کے۔

۲ ثانیاً آنحضرت کا نماز مین خفیہ آمین کہنا۔

۳ ثالثاً آنحضرت کا نماز مین زیر ناف ہاتھہ باندھنا۔

۴ رابعاً آنحضرت کا مقتدیون کو سورۂ فاتحہ پڑھنے سے منع کرنا۔

۵ خامساً آنحضرت یا باریتعالی کا کسی شخص پر کسی امام کی ائمۂ اربعہ سے تقلید کو واجب کرنا۔

۶ سادساً ظہر کا وقت دوسرے مثل کے آخر تک باقی رہنا۔

۷ سابعاً عام مسلمانون کا ایمان اور پیغمبرون اور جبریل کا مساوی ہونا۔

۸ ثامناً قضا کا ظاہر و باطن نافذ ہونا۔

۹ تاسعاً جو شخص محرمات ابدیہ جیسے ماں بہن سے نکاح کرکے اوس سے صحبت کرے تو اسپر حد شرعی جو قرآن و حدیث مین وارد ہی نہ لگانا۔

۱۰ عاشراً تحدید آب کثیر جو وقوع نجاست سے پلید نہو دہ در دہ سے کرنا۔

تنبیہ

ان مسائل کے احادیث کے تلاش کرنیکے واسطے جمیع حضرات کو اسقدر مہلت دیتا ہون جسقدر یہ چاہین

زیادہ مہلت مین انکو بھی گنجایش ہو کہ یہ اپنے اور مذہبی بھائیون سے مدد لین ۔

المشتہر ابوسعید محمد حسین لاہوری

قبل تحریر جواب سوالات چند امور جو قابل الذکر ہین التماس کیے جاتے ہین اوّل یہ کہ جو سوالات جناب سائل نے اس اشتہار مین درج کیے ہین وہ سب سوالات اسی قسم کے ہین کہ اکابر سابقین نے اونکو بہت تشریح اور تفصیل سے حل کیا ہو کوئی مسئلہ ایسا نہین جسمین تازہ بحث کی حاجت ہو یا کوئی جواب مین نیا مضمون تحریر کیے باانیہمہ جو جناب سائل ان مسائل کو مجدداً مشتہر کر کر طالب جواب ہوئے معلوم نہین کہ یہ کتب و رسائل انکی ملاحظہ سے نہین گذرے یا عمداً کسی غرض خاص سے مجدداً اس بحث کو تازہ کیا دوسرا یہ کہ چونکہ علماے راسخین کا حل اس باب مین بہت شرح و بسط کے ساتھ کتب مین موجود ہو اسوجہ سے ہم لوگون کو جو مرتبۂ طالب علمی سے بھی باہر نہین نکلے اس باب مین زبان کھولنا خالی جرأت اور ترک ادب سے نہین اور کوئی امر زیادہ لکھ بھی نہین سکتے لیکن چونکہ حسب ظاہر عوام مین اس سائل کے اشتہار سے بے اصلی مذہب حنفی کی ظاہر ہوتی ہو اور بظاہر منشا سائل صاحب کا اسی امر کا ظاہر کرنا ہو اسوجہ سے ضرورت ہوئی کہ اوسی خزانۂ سابق مین سے دو چار باتین تسکین عوام کے واسطے لکھی جائین تا کہ اس مغالطے سے محفوظ رہین و الا نہ بحث مقصود ہو اور نہ گمان ہو کہ کبھی یہ بحث طے ہو اسواسطے کہ بحث کے طے ہونے کی صورت تو یہی ہو کہ طرفین کو اثبات حق مقصود ہو نہ کہ صرف تائید اپنے قول و مذہب کی اور یہ امر اس زمانے مین مفقود ہو اور ہر شخص کو شوق و رغبت اس امر کی قلب مین متمکن ہو کہ کوئی بات نئی پیدا کیجیے کہ اسکی تحقیق اپنی طرف منسوب ہو اور خود بھی عالم اور محقق قرار پائین تیسرا امر یہ کہ محرر سطور اس مقام مین مسافرانہ بر سبیل نوکری وارد ہو اور کوئی کتاب حدیث و تفسیر وغیرہ سواے قرآن اور کتاب مشکوۃ اور موطا اردو ایک کتاب فقہ ضروری کے موجود نہین اسوجہ سے کل جوابات حسب خواہش اور مستند بالحدیث لکھنے سے قاصر ہو اور نہ اسقدر جرأت ہو کہ جو مضمون کسی کتاب حدیث کا یاد ہو صرف اس اعتماد پر اوسکو نقل کرے اور کم و بیش کا احتمال نہ رہے اور فلیتبوأ مقعدہ من النار کا مصداق ٹھہرے اس نظر سے جو جواب کہ ان کتب موجودہ سے میسر آئے یا جسکی یاد پر نہایت اطمینان تھا صرف وہین درج کیا اور اپنی خواہش نفسانی کو بموجب عادت اہل زمانہ کے جو اپنی تحقیق کا اظہار چاہتی ہو زیادہ بڑھنے سے روکا چوتھا یہ کہ چونکہ جناب سائل نے اس اشتہار مین صرف کتاب و سنت کو دلیل قرار دیا ہو اور اجماع اور قیاس شرعی کو کہ منجملۂ دلائل اہل سنت کے ہین قابل احتجاج نہین سمجھا ہو اسوجہ سے محرر سطور نے بھی ہر ایک آیت اور حدیث مین تاویلات اور توجیہات علماے سے قطع نظر کی ہو اور صرف معنی صریح پر مدار رکھا ہو اسواسطے کہ ہر ایک تاویل و توجیہ از روے اجتہاد کے ہوتی ہو اس صورت مین جناب سائل سے بھی یقین ہو کہ ان آیات اور احادیث مین تاویلات و توجیہات علما کو دخل نہ دینگے اور صرف معنی صریح پر عمل کرینگے و الا اگر تاویلات اور توجیہات کو دخل دیا جاوے تو ہر ایک آیت و حدیث مین گنجایش ہو پھر کتاب و سنت پر مدار رکھنا فضول ہو پانچوان امر یہ کہ جو حدیث ان جوابات کے ضمن مین

مذکو ہین انکی نقل سے یہ غرض نہین کہ کوئی حدیث انکے معارض موجود نہین بلکہ بیشک رفع یدین وغیرہ کے باب مین احادیث
صحیحہ موجود ہین اور مجتہدین نے اپنے طور پر ایک قسم کی حدیث کو اور احادیث پر ترجیح دیکر معمول بہ ٹھہرایا ہے لیکن راقم سطور انکو اس
تحقیق کے منصب کے قابل نہین جانتا چھپا امر یہ کہ اکثر اس زمانے مین بعض مترجم بغرض نفسانی ترجمہ مین تصرف
کر کے کچھ کا کچھ بھی لکھ دیتے ہین اور لوگون کو ترجمون سے بدظن کر دیا ہے اس وجہ سے راقم سطور نے کسی آیت
وحدیث کا ترجمہ اپنی طرف سے نہین لکھا بلکہ اکثر یون ہی چھوڑ دیا ہے اور بعض جگہہ جو لکھا ہے وہ سابق
کے ترجمون سے اور نام بھی مترجمون کا لکھدیا ہے **سوال اول** رفع یدین نہ کرنا آنحضرت کا بوقت رکوع جانے اور رکوع سے سر اوٹھانے
کے **جواب** یہ مسئلہ اون مسائل سے ہے کہ جسکی تحقیق مین علمائے راسخین نے کوئی دقیقہ باقی نہین رکھا ہے گو کل تحقیقات
ہماری نظر سے گذرے یا نہ گذرے اور اسقدر جم غفیر قرن ثانی سے آجتک جاہل و صرف قول پرست بھی نہ تھے کہ باوجود
عدم موجودگی حدیث عدم رفع کے اس امر کا التزام کرتے اور صریح مخالفت اسقدر احادیث رفع کی گوارا کرتے اور اگر جناب
سائل کے زعم کے مطابق یہ لوگ ایسے ہی تھے تو ایسے لوگون کے گمراہ ہونے مین کیا شک ہے کہ یہ ودانستہ احادیث صریحہ
کے خلاف کو جائز رکھین اور اوسپر اصرار کرین نعوذ باللہ عن سوء الظن وان بعض الظن اثم رہا یہ امر کہ کوئی ایسی آیت
اور حدیث لانا چاہیے جسمین کسیکو کلام نہو یہ تو ایک محال بات ہے جو آیت و حدیث مطابق استنباط اور اجتہاد کسی مجتہد کے
نہین ہوتی لامحالہ اوسمین ہر ایک اپنے طور پر جرح و تعدیل کرتا ہے یا ایک کو کسی وجہ سے ترجیح دیتا ہے یا توجیہ کر کے دفع تعارض مین
کوشش کرتا ہے خواہ وہ حدیث رفع کے باب مین ہو یا عدم رفع مین یا کوئی مسئلہ ہو۔ اور ترمذی مین
ایک باب خاص احادیث عدم رفع مین موجود ہے اگرچہ اس مسئلہ خاص مین کوئی امر لکھنا صرف علمائے راسخین کا منصب تھا
ہے لیکن بنظر اوس ضرورت خاص کے جو سوال مین مذکور ہوئی چند حدیث نقل کرتا ہون فی المرقاۃ لملا علی القاری لنخبر مسلم عن جابر بن سمرۃ
قال خرج علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما لی اراکم رافعی ایدیکم کانها اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوۃ
وفی المشکوۃ عن علقمۃ قال قال لنا ابن مسعود الا اصلی بکم صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فصلی ولم یرفع یدیہ الا مرۃ
واحدۃ مع تکبیر الافتتاح رواہ الترمذی وابو داود والنسائی قال ابو داود لیس ہو بصحیح علی ہذا المعنی ترمذی اور نسائی
کہ عمدہ محدثین سے ہین ان دونون نے کسی قسم کی جرح اس حدیث کی صحت مین نہین کی بلکہ حسن لکھا ہے اس صورت مین اسکی
صحت مین کیا کلام ہے اور ابو داود نے بھی کوئی لفظا یا اسنادا جرح وارد نہین کی اور یہ معنی جو لکھا اوسکی دلیل بیان نہین کی صرف
اپنا عندیہ ظاہر کیا پس انکے عندیہ پر حدیث مجروح نہین ہو سکتی اور چونکہ امام ابو حنیفہ خود قرون ثلثہ مین ہین اور جو سباب
تنقید و تحقیق سکے انکے لیے آمادہ تھے وہ ہرگز انکے مابعد کے واسطے موجود نتھے اس نظر سے انکے مابعد کی جرح بھی ابو حنیفہ کی
تنقیح کے حق مین قادح نہین ہو سکتی عن محلی شرح الموطا قال محمد اخبرنا الثوری حدثنا حصین عن ابراہیم عن ابن
مسعود انہ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوۃ انتہی ای وقت ابتداء صلوتہ فقط وقد اجتمع الامام ابو حنیفۃ مع

ے قال اللہ تعالیٰ یا ایہا الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم ۱۲ منہ

الاوزاعي بمكة في دار الحناطين فقال ما لكم لا ترفعون ايديكم عند الركوع والرفع منه فقال ابو حنيفة لاجل انه لم يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيه شيء مما لا يعارض منه فقال الاوزاعي كيف لم يصح عن رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد حدثني الزهري عن سالم عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرفع يديه اذا افتتح الصلوٰة وعند الركوع وعند الرفع منه فقال ابو حنيفة حدثنا حماد عن ابراهيم عن علقمة والاسود عن عبد الله بن مسعود ان النبي صلى الله عليه وسلم كان لا يرفع يديه الا عند افتتاح الصلوٰة ثم لا يعود فقال الاوزاعي احدثك عن الزهري عن سالم عن ابيه وتقول حدثني حماد عن ابراهيم فقال ابو حنيفة كان حماد افقه من الزهري وكان ابراهيم افقه من سالم وعلقمة ليس بدون ابن عمر في الفقه وان كان لابن عمر صحبة فله فضل صحبة والاسود له فضل كثير وعبد الله عبد الله فسكت الاوزاعي قال ابن الهمام فرجح الامام بفقه الرواة كما رجح الاوزاعي بعلو الاسناد وهو المذهب المنصور عندنا والله سبحانه اعلم اور تفصیل اس مسئلہ کی شرح سفر السعادۃ مین شیخ عبد الحق محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو لکھی ہی دیکھنے کے قابل ہی اس قرطاس مین اوسکی گنجایش نہین

سوال دوم آنحضرت کا خفیہ نماز مین آمین کہنا **جواب** اس مسئلہ کی بحث بھی شرح سفر السعادۃ مین موجود ہی اور جامع ترمذی مین بھی حدیث اسرار آمین مذکور ہی اور دو ایک حدیث جو محرر سطور کو یاد ہین وہ بھی نقل کرتا ہون فی المشکوٰۃ عن سمرۃ بن جندب انه حفظ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم سكتتين سكتة اذا كبر وسكتة اذا فرغ من قراءة غير المغضوب عليهم ولا الضالين فصدقه ابي بن كعب رواه ابو داؤد وروى الترمذي وابن ماجه والدارمي اس حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ اختتام فاتحہ کا آپنے ولا الضالین پہ فرمایا اور آمین جہر سے نہین کہا اور سکتہ کی حالت مین ادا کیا اسلیے کہ آمین کا مسنون اور مستحب ہونا تو بالاتفاق ہی اس صورت مین جب بالجہر نہین فرمایا تو بالیقین سکتہ کی حالت مین اوسکو ادا فرمایا ہوگا فی اللمعات شرح المشكوٰة عن عمر بن الخطاب انه قال يخفي الامام اربعة اشياء التعوذ والبسملة وامين وسبحانك اللهم وبحمدك وعن ابن مسعود مثله وروى السيوطي في جمع الجوامع عن ابي وائل قال كان عمر وعلي لا يجهران بالبسملة ولا بالتعوذ ولا بالتامين رواه ابن جرير والطحاوي وابن شاهين في السنن واورد الشيخ ابن الهمام عن احمد وابي يعلى والطبراني والدارقطني والحاكم في المستدرك من حديث شعبة عن علقمة عن ابي وائل في الاخفاء وعن ابي داؤد والترمذي وغيرهما من حديث سفيان عن ابي وائل في الجهر وقال كلا الحديثين معلول والاعتماد على حديث ابن مسعود والصحابة العلى واستدل بالحديث على الجهر بامين وجوابه ان لم يكن مسموعا للماموم لم يعلم به وقد تعلق تامينه بتامينه ومما يعارضه عليه رواه احمد وابو يعلى والطبراني والدارقطني عن علقمة بن وائل عن ابيه انه صلى الله عليه وسلم لما بلغ ولا الضالين قال امين اخفى بها صوته ولعل الجهر كما روى في

الاحادیث کان فی بعض الاحیان للتعلیم **سوال سوم** آنحضرتؐ کا نماز مین زیر ناف ہاتھ باندھنا **جواب**
اس مسئلہ کی تحقیق بھی شرح سفر السعادۃ مین موجود ہی اور خلاصہ الکتاب یہ ہی کہ ترمذی نے ذکر کیا ہی کہ امر اسباب مین واسع ہی
علما کے نزدیک جو کچھ کرے یعنی خواہ ہاتھ سینہ پر رکھے یا زیر ناف سب جائز ہی اور متمسک حنفیہ کا اس باب مین وہ حدیث ہی
جو احمد اور ابو داؤد اور دارقطنی اور بیہقی سے منقول ہی کہ علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا السنۃ وضع الکف علی الکف تحت السرۃ
اگر کہیے اس حدیث مین بعض محدثین کو کلام ہی تو ہم جناب سائل سے امید رکھتے ہین کہ کوئی حدیث اسکے معارض جسمین
کسیکو کلام نہ ہو وہ پیش کرین **سوال چہارم** آنحضرتؐ کا مقتدیون کو سورۂ فاتحہ پڑھنے سے منع کرنا **جواب**
قال اللہ تبارک و تعالیٰ اِذَا قُرِءَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا اس آیت سے صریح مستفاد ہی کہ قراءت قرآن کے وقت
خاموش رہنا واجب ہی اور حالت نماز اور غیر نماز کی اس آیت مین قید نہین پس اس عموم کو احادیث احاد سے منسوخ ٹھہرانا ایک
جرأت کی بات ہی علاوہ اسکے جو احادیث کہ قراءت فاتحہ کے باب مین مروی ہین اون سب کی مطابقت آیت
کے عموم کے ساتھ بخوبی ہو سکتی ہی اور اوس مطابقت کی تایید کے لیے احادیث متعدد موجود ہین اور جنمین
سے بعض اس موقع پر مذکور بھی ہوتی ہین فی المشکوۃ عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصرف
من صلوۃ جہر فیہا بالقراءۃ فقال ہل قرء معی احد منکم انفا فقال رجل نعم قال انی اقول مالی انازع القرآن
قال فانتہی الناس عن القراءۃ مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیما جہر فیہ بالقراءۃ من الصلوات حین سمعوا
ذلک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رواہ مالک وابو داؤد والترمذی والنسائی وروی ابن ماجۃ نحوہ
اگرچہ اس حدیث سے منع قراءت فاتحہ سری نمازون مین نہین نکلتا بلکہ خلاف اوسکا مفہوم ہوتا ہی مگر اسکی توجیہ
کئی طور سے کتب مین بجا خود مذکور ہی اس مقام پر صرف اسی قدر مقصود ہی کہ منع فرمانا آنحضرتؐ کا قراءت فاتحہ سے
مطلق صلوۃ مین ثابت ہی فی المشکوۃ وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انما جعل الامام
لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرء فانصتوا رواہ ابو داؤد والنسائی وابن ماجۃ فی المرقاۃ وفی الموطا مالک عن نافع عن
ابن عمر انہ کان لا یقرء خلف الامام وروی ابن عدی عن ابی سعید الخدری وروی الطبرانی فی الاوسط عن حدیث
ابن عباس یرفعہ وروی الطحاوی فی شرح الآثار انہ سئل عن عبد اللہ بن عمر و زید بن ثابت وجابر بن عبد اللہ
قالوا لا یقرأ خلف الامام فی شیء من الصلوۃ وعن ابن عمر والبیاضی قالا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المصلی یناجی
ربہ فلینظر ما یناجیہ ولا یجہر بعضکم علی بعض فی القرآن وایضا فی الموطا مالک عن نافع ان عبد اللہ بن عمر کان اذا
سئل ہل یقرأ احد خلف الامام قال اذا صلی احدکم خلف الامام فحسبہ قراءۃ الامام واذا صلی وحدہ فلیقرأ قال وکان
عبد اللہ بن عمر لا یقرأ خلف الامام ان اکثر روایات سے منع قراءت سورۂ فاتحہ کا صلوۃ جہریہ سریہ مین عموماً معلوم ہوتا ہی
رہا یہ امر کہ حالت سکتہ مین مقتدی سورۂ فاتحہ کو ادا کرے جیسا شافعیہ کا معمول ہی تو اوس صورت مین تنازع قرآن کا

لازم نہ آویگا پس اس موقع کے مقرر کرنے کے واسطے حدیث قولی یا فعلی کی سند درکار ہی صرف رائے کافی نہین +

سوال پنجم آنحضرت یا باری تعالی کا کسی شخص معین کسی امام کی ائمۂ اربعہ سے تقلید کو واجب کہنا **جواب** خداوند تعالے قرآن مجید مین ارشاد فرماتا ہی فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اس آیت سے صریح مستفاد ہی کہ کل مکلفین کا دو فریق مین حصر ہی یا تو اہل ذکر ہین یا وہ لوگ جنکو علم و تحقیق حاصل نہین سوا انکے تیسرا فریق پیدا نہین ہو سکتا اس صورت مین جن لوگون کو بذات خود ادلۂ تفصیلیہ سے مسائل فرعیہ کے تحقیق کرنیکی قدرت نہین اون لوگونکو اہل ذکر کیطرف ارباب تحقیق سے سوال و تحقیق کرنا واجب ہی اور صرف اخبار و آثار پر انکو عمل کرنا جائز نہین جسکو اہل ذکر تصور کرین اور اوسکے اہل ذکر ہونے پر اعتماد ہو اوس سے تحقیق کر کے عمل کرین اور یہ بھی نہین ہو سکتا ہی کہ ہر ادنی و اعلی تھوڑا سا علم حاصل کر کے مدعی ہو کہ مین اہل ذکر ہون ہو واسطے کہ اہل ذکر کی لفظ لغۃً صاف اس بات پر دلالت کرتی ہی کہ اوسکو بنی اوس تحقیق پر اطمینان حاصل ہو جاوے ورنہ ایسا شخص جسکو اطمینان کامل حاصل نہین اوسکو لغۃً متردد کہینگے نہ اہل ذکر اور ایسا اطمینان بدون احاطۂ کتاب و سنت اور اوسکی تفصیلات ناسخ و منسوخ اور نص و مأول وغیرہ کے ناممکن ہی دوسری آیت کریمہ جس سے صاف اور صریح مضمون وجوب تقلید کا مستفاد ہی اور راقم سطور نہایت شکر اپنے پروردگار کا ادا کرتا ہی کہ ایسی شورش کے وقت مین اپنے ہی کلام پاک سے ایک ایسا مضمون میرے دل پر القا فرمایا جسنے کسی دوسری سند و حجت کیطرف محتاج نرکھا اور جملہ بحث اور اختلافات سے مستغنی کر دیا اور امید رکھتا ہون کہ جو لوگ حق پرست اور انصاف دوست ہین اونکو یہ آیہ کریمہ کافی ہوگی اور دوسری تحقیقات سے اونکو مستغنی کر دیگی وہ آیہ کریمہ یہ ہی وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا + مولوی عبد القادر صاحب قدس سرہ موضح القرآن مین اس آیت کے فائدہ اور شان نزول مین یہ لکھتے ہین فائدہ یعنی کہین سے کچھ خبر آوے تو اول پوہنچاوے سردار تک اور اوسکے نائبون تک جب وہ تحقیق کر لیوین اور اوسپر بنا رکھین تب آپ اوسپر عمل کرے حضرت صلعم نے ایک شخص کو بھیجا ایک قوم سے زکوٰۃ لینے کو وہ نکلے استقبال کو اسنے سمجھا کہ نکلے ہین میرے مارنے کو اولٹا پھر آیا اور شہر مین مشہور کیا کہ فلانی قوم مرتد ہو گئی ہنوز حضرت صلعم تک خبر نہ پہونچی کہ شہر مین خبر ہوا اس قسم کی ہر خبر نے تحقیق اور بغیر خبر سردار کے مشہور کرنے لگے اور وہ خبر آخر غلط نکلی اس آیہ کریمہ سے صاف معلوم ہوا کہ کسی خبر پر عمل ہرگز جائز نہین بلکہ اوسکے استنباط اور تحقیق کرنے والے کیطرف رجوع کرنا چاہیے اور احادیث بھی کل اخبار ہین پس ضرور ہوا کہ اوسکے مستنبطین سے جسکو جمہور نے استنباط مین مسلم کیا ہو تحقیق کرنا ضرور ہی صرف مجرد حدیث سنکر عمل کرنا شیطان کا اتباع کرنا ہی اور یہ بھی واضح ہو کہ استنباط اور تحقیق کے واسطے بہت سے اسباب درکار ہین اونمین سے یہ بھی ہی کہ جسوقت کی وہ خبر ہو مستنبط بھی اوس موقع اور اوس زمانے مین موجود ہو اور اگر یہ بات حاصل نہو تو ایسے لوگون سے جنکو حضوری اوس موقع کی حاصل ہو اتصال و قرب رکھتا ہو تو اول یہ مرتبہ

استنباط اور تحقیق کا صحابہ کو حاصل تھا کہ جب اوسمین اونکو شک گذرتا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اوسکو تحقیق کرتے بعد اوسکے تابعین اور تبع تابعین کو بھی بوجہ قرب و اتصال اونکے استنباط اور تحقیق کا موقع بنسبت اپنے مابعد کے بخوبی حاصل تھا اور لغت اور محاورات زبان نبوت سے بھی آگاہ تھے انکے بعد والون کو بسبب بعد زمانہ کے اور تغیر محاورات کے کہ اکثر بدلا کرتے ہین یہ امر حاصل نہین اور خود آنحضرت نے ان طبقات کی کیفیت کی گواہی بھی دی ہر کہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم اس صورت مین ان طبقات کے لوگون سے بہتر کون مستنبط اور محقق ہوگا اور مجتہدین اربعہ بھی یا تابعین ہین یا تبع تابعین ہین اور انکے استنباط اور تحقیق کی اوس عصر خاص مین اور بعد اوسکے بھی کسی نے انکار نہین کی بلکہ اونکو اس باب مین مسلم رکھا ہر پس یہ لوگ بہر حال اقتدا اور تقلید کیواسطے اوروں سے لامحالہ مقدم اور افضل ہونگے اور عوام کو ہر خبر و حدیث کا انسے تحقیق کرنا واجب ہوگا یہ ہم نہین کہتے کہ طبقات ثلثہ مین صرف یہی چار مجتہد اس منصب کے موجود تھے اور سوا انکے کسیکی تقلید جائز نہین بلکہ اوس عہد مین بہت سے مجتہد اور محقق موجود تھے لیکن چونکہ کسینے اپنے استنباط اور تحقیقات کو مجتمع اور مؤلف نہین کیا اسوجہ سے ہمکو تقلید انکی ممکن نہین بخلاف مجتہدین اربعہ کے کہ انکی تحقیقات مدون اور مرتب ہر ان وجوہ سے ہمکو ان تحقیقات کی پیروی کے بدون چارہ نہین اگر کوئی یہ کہے کہ اس آیہ کریمہ سے صرف اسی قدر ثابت ہوتا ہر کہ ہر چیز کو کسی مستنبط اور محقق سے تحقیق کرنا چاہیے تو ہم مسلم اور بخاری وغیرہ محدثین کو مستنبط قرار دیکر اونکی پیروی کر سکتے ہین تو اوسکا جواب یہ ہر کہ مسلم اور بخاری وغیرہم محدثین اگرچہ فی نفسہ مستنبط ہون لیکن انھون نے بھی اپنی تحقیقات اور استنباط کو جمع نہین کیا اور یہ صحاح اور کتب حدیث بطور اخبار کے جمع کی ہین اور اونمین ناسخ و منسوخ منصوص و مأول محکمات و متشابہات سب کچھ موجود ہین بدون محقق سے دریافت کرنیکے اوس سے عوام کو ادراک مقصود مشکل ہر اس وجہ سے ان حضرات کے استنباط اور تحقیقات پر بھی عمل کرنا غیر ممکن ہر اور کل محدثین کا منصب صرف اسی قدر ہر کہ احادیث کو اونکی اسناد صحیحہ کے ساتھ فراہم کر دین اور اوس سے استنباط مطالب کرنا اور احادیث متعارضہ کو باہم مطابقت دینا یہ خاص مجتہدین کا کام ہر اور اگر کسی مین یہ دونون امر جمع ہو جائین تو نور علی نور اور محدثین اور مجتہدین کی مثال بعینہ مثل عطار اور طبیب کے ہر کہ عطار صرف اشیا کی جید اور عمدہ ہونیکا مدعی اور ذمہ دار ہر اور اون اشیا کے طرق استعمال اور منافع اور مضار کا ادراک اوسکو ضرور نہین یہ طبیب کا کام ہر اور یہان امور کا ذمہ وار ہر اس موقع پر ایک حکایت یاد آئی جو شیخ محمد شامی نے کہ شاگرد امام سیوطی کا ہر عقود الجمان فی مناقب النعمان مین نقل کی ہر کہ کسی سائل کو اسحق بن راہویہ محدث نے کسی مسئلہ مین اپنے اجتہاد سے جواب دیا جو فقہا کے مخالف تھا اور پھر اوس سائل نے امام ابو یوسف سے بھی وہی مسئلہ کا سوال کیا تو انھون نے اسحق بن راہویہ کے خلاف جواب دیا چنانچہ اسحق بن راہویہ نے جو مستند حدیث ہر امام ابو یوسف کو بلا کر اس جواب کی دلیل پوچھی انھون نے کہا کہ حدثنا اسحق بن راھویہ کذا و کذا پھر اسحق بن راہویہ نے پوچھا کہ آیا اس حدیث کو تو اس باب مین حجت لاتا ہر امام ابو یوسف نے کہا ہان تو اسحق بن راہویہ نے جواب مین کہا کہ یہ حدیث مجکو وستوقت سے یاد ہر

کہ تیرا باپ تیری ماں سے متعارف نہوا تھا مگر مجھکو یہ نہین معلوم تھا کہ یہ حدیث اس باب مین ہے انتہی غرض یہ کہ جب خود محدث
استنباط مطلب مین اپنی حدیث مرویہ سے بعض جگہہ قاصر ہو تو عامی کا کیا ذکر اگر یہ کہا جاوے کہ قرون ثلثہ مین بعد استماع حدیث کے
پھر کوئی تقلید کو روا نہین رکھتا تھا پس اگر تقلید واجب ہوتی تو یہ لوگ کیونکر ترک کرتے **جواب** اسکا یہ ہے کہ اوس زمانہ مین بسبب
قرب زمان نبوت کے اکثر لوگ خود قدرت تحقیق اور استنباط کی رکھتے تھے اسواسطے انکو تقلید نادر واقع تھی بخلاف قرون بعیدہ کے کہ اونکو اسباب
استنباط و تحقیق کے مفقود ہو گئے اور جو لوگ اوس زمانے مین تھے محض عوام تھے وہ مسائل محققون سے پوچھ ہی کر عمل کرتے تھے چنانچہ
شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رسالہ انصاف فی اسباب الاختلاف مین فرماتے ہین قد تواتر عن الصحابة والتابعين انهم كانوا
اذا بلغهم الحديث يعملون به من غير ان يلاحظوا شرطا وبعد المأتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقل من كان
لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه وكان هذا هو الواجب في هذا الزمان الى آخر الفصل [illegible] اور دوسرے مقام پر لکھتے ہین
فان قلت كيف يكون شيء واحد غير واجب في زمان وواجبا في زمان آخر مع ان الشرع واحد فليس قولك
لم يكن الاقتداء بالمجتهد المستقل واجبا ثم صار واجبا الا قولا متناقضا متنافيا قلت الواجب الاصلي هو ان
يكون في الامة من يعرف الاحكام الفرعية من ادلتها التفصيلية اجمع على ذلك اهل الحق ومقدمة الواجب
واجبة فاذا كان للواجب طرق متعددة وجب تحصيل طريق من تلك الطرق من غير تعيين واذا تعين له طريق
واحد وجب ذلك الطريق بخصوصه اذا كما كان رجل في مخمصة شديدة يخاف منها الهلاك وكان
لدفع مخمصته طرق من شراء الطعام والتقاط الفواكه من الصحراء والاصطياد ما يتقوت به وجب تحصيل شيء من
هذه الطرق لا على التعيين فاذا وقع في مكان ليس هنالك صيد ولا فواكه وجب عليه بذل المال في شراء الطعام و
كذلك كان للسلف طرق في تحصيل هذا الواجب وكان الواجب تحصيل طريق من تلك الطرق لا على التعيين ثم انسدت
تلك الطرق الا طريقا واحدا فوجب ذلك الطريق بخصوصه وكان السلف لا يكتبون الحديث ثم صار يومنا
هذا كتابة الحديث واجبة لان رواية الحديث لا سبيل لنا اليوم الا بمعرفة هذه الكتب وكان السلف
لا يشتغلون بالنحو واللغة وكان لسانهم عربيا لا يحتاجون الى هذه الفنون ثم صار يومنا هذا معرفة اللغة
واجبة لبعد العهد عن العرب الاول وشواهد ما نحن فيه كثيرة جدا وعلى هذا ينبغي ان يقاس وجوب التقليد
للامام بعينه فانه قد يكون واجبا وقد لا يكون واجبا فاذا كان انسان جاهلا في بلاد الهند وبلاد ما وراء النهر
وليس هناك عالم شافعي ولا مالكي ولا حنبلي ولا كتاب من كتب هذه المذاهب وجب عليه ان يقلد بمذهب ابي حنيفة
ويحرم عليه ان يخرج من مذهبه لانه حينئذ يخلع من عنقه ربقة الشريعة ويبقى سدى مهملا بخلاف ما
اذا كان في الحرمين فانه تيسر له هناك معرفة جميع المذاهب ولا يكفيه ان يأخذ بالظن من غير ثقة ولا
ان يأخذ من السنة العوام ولا ان يأخذ من كتاب غير مشهور كما ذكر في النهر الفائق شرح كنز الدقائق

اور ہماری اس تقریر سے یہ بات بخوبی ثابت ہوئی کہ ہم اس امر کے مدعی نہین کہ خواہ مخواہ ابوحنیفہ یا شافعی وغیرہما کی تقلید ہی پر
کرین بلکہ یہ حصر ہوجانا اتفاقی ہی کہ جو اسباب تحقیق اور استنباط کے اون لوگون کے واسطے فراہم ہوئے کسیکے واسطے نہین
ہوئے اور اگر بالفرض یہ اسباب دوسرے کے لیے فراہم ہوجائین تو وہ بھی مثل انکے قرار پاسکتا ہی لیکن ظاہرا یہ بات
بسبب بُعد زمان رسالت اور عہد اول کے محال ور دشوار معلوم ہوتی ہی اور اس بحث کو رسالہ انصاف مین بہت
عمدہ طور پر لکھا ہی۔ آن آیات مذکورۂ بالا سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہی کہ جنکو خود استعداد تحقیق کی نہین اونکو محققون
کی طرف رجوع کرنا واجب ہی اور اوسکے رو سے وہی فریق قرار پائے یا محقق یا مقلد اور آغاز زمان نبوت سے بارہ سو برس تک
اس امر پر اجماع اور اتفاق رہا یا تو بعضے لوگ جو آپکو محقق سمجھتے تھے تقلید سے کنارہ کش رہے یا جو لوگ اس مرتبہ کے
نہ تھے وہ انکی تقلید کرتے رہے کسی کتاب و تاریخ سے یہ امر ثابت نہین ہوتا کہ کسی ادنی و اعلی نے صرف حدیث کو سنکر
(یعنے غیر محقق و مجتہد نے آپکو)
آپکو عامل بالحدیث قرار دیا ہو اور ربقہ تقلید سے باہر نکلا ہو یہ نزاع صرف تیرہ صدی مین پیدا ہوئے اور وہ بھی
ہندوستان مین کہ ایک گروہ خاص نے طریق جمہور مومنین کو چھوڑ کر باوصف عدم علم و تحقیق کے آپکو عامل بالحدیث قرار
دیا ہی اور فقہ کو مطروح فی الطریق سمجھتے ہین باوجودیکہ صحاح اور دیگر کتب حدیث مین التزام طریقہ جمہور مومنین کے باب مین
سیکڑون حدیث بہت تاکید اور تشدد کے ساتھہ موجود ہین اور دو چار اونمین سے نقل کرتا ہون فی المشکوة عن ابن
عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الله لا یجمع امتي او قال امة محمد علی الضلالة وید الله علی الجماعة
ومن شذ شذ في النار رواه الترمذي وعنه اتبعوا السواد الاعظم فانه من شذ شذ في النار رواه ابن ماجة
من حديث انس وعن معاذ بن جبل ان الشيطان ذئب الانسان كذئب الغنم يأخذ الشاة القاصية والناحية
واياكم والشعاب وعليكم بالجماعة والعامة رواه احمد وعن ابي ذر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم
من فارق الجماعة شبرا فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه رواه احمد وابوداود **سوال ششم** ظہر کا وقت دو
مثل کے آخر تک باقی رہتا **جواب** صورت اس مسئلہ کی یون ہی کہ کتب فقہ سے ثابت ہی کہ ابوحنیفہ رح سے اس مسئلہ مین دو روایتین ہین
ایک مطابق ائمہ ثلثہ کے یعنی ایک مثل سایہ تک اور دوسری روایت ہے دو مثل سایہ تک ظہر کا وقت مستفاد رہتا ہی مگر بعض علمائے
حنفیہ اور صاحبین نے روایت اول کو ترجیح دی ہی اور اسیکو مفتی بہ رکھا ہی اس صورت مین کوئی الزام حنفیہ کی جانب عاید
نہین ہوتا اور نہ ہمکو اس بات مین کچھ اصرار ہی اور جو لوگ روایت ثانیہ کو معتبر جانتے ہین بعضے انمین سے یون استدلال کرتے ہین
کہ حدیث مین وارد ہی ابردوا بالظهر فان شدة الحر من فيح جهنم اور یہ حدیث بطریق متعددہ صحیحین و دیگر صحاح وغیرہ
کتب حدیث مین موجود ہی وفي الهداية واشد الحر في ديارهم في هذا الوقت اور تحقیق اس امر کی کہ آیا شدت اس ملک
مین کس وقت ہوتی ہی اب بھی ممکن ہی اسمین استدلال حدیث و قرآن کا ضرور نہین فی الموطا مالك عن ربيعة بن
ابي عبد الرحمن عن القاسم بن محمد انه قال ما ادركت الناس الا وهم يصلون الظهر بعشي - یعنی آخر النہار محلی اور یہ وقت

بھی بدون گذرنے ایک مثل سایہ کے بلکہ بدون اتصال شامین کے پایا نہیں جاتا چونکہ ان احادیث مین صریحاً وقت
کا مذکور نہیں ہی اس وجہ سے راقم سطور اسکو قابل اطمینان نہین سمجھتا اور نہ کوئی دوسری حدیث صحیح اس باب مین نظر سے گذری
لیکن اس سے یہ ضرور نہیں کہ فی الحقیقۃ کوئی حدیث اس باب مین وارد ہی نہین بلکہ شاید علما با قابل اطمینان
تحریر فرما سکیں بہرحال محرر سطور اس باب مین اپنا عجز ظاہر کرتا ہی اور روایت اول کو راجح جانتا ہی لیکن عصر
کی نماز اگر مطابق روایت ثانیہ کے ادا ہو تو احتیاط سے اقرب معلوم ہوتی ہی چنانچہ موطا مین موجود ہی فی الموطا
مالک عن یزید بن زیاد عن عبد اللہ بن رافع مولی ام سلمۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ سال ابا ہریرۃ
عن وقت الصلوٰۃ فقال ابو ہریرۃ انا اخبرک صل الظہر اذا کان ظلک مثلک والعصر اذا کان ظلک مثلیک
والمغرب اذا غربت الشمس والعشاء ما بینک وبین ثلث اللیل وصل الصبح بغبش یعنی الغلس **سوال ہفتم**
عام مسلمانون کا ایمان اور پیغمبرون اور جبریل کا مساوی ہونا **جواب** حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہی کہ امام ابو حنیفہ
رحمۃ اللہ علیہ جو قائل ہین الایمان لا یزید ولا ینقص اوس سے غرض یہ ہی کہ ایمان سے مراد تصدیق اور اذعان ہی
جسکو ہم اپنے محاورے مین یقین سے تعبیر کرتے ہین اور اعمال وغیرہ اس نفس ایمان سے علیحدہ ہین چنانچہ اس حدیث سے
بھی یہی مستفاد ہی فی المشکوٰۃ عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعاذ ردیفہ علی الرحل قال یا معاذ
قال لبیک یا رسول اللہ وسعدیک ثلثا قال ما من احد یشہد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا رسول اللہ
صدقا من قلبہ الا حرمہ اللہ علی النار قال یا رسول اللہ افلا اخبر بہ الناس فیستبشروا قال اذا یتکلوا
فاخبر بہا معاذ عند موتہ تاثما متفق علیہ اس سے معلوم ہوا کہ ایمان تصدیق ہی سے مراد ہی اور اقرار لسانی
شرط ہی اجرای تصدیق قلبی کا احکام ظاہرین اور باقی ارکان اربعہ جسکو اعمال سے تعبیر کرتے ہین اس حدیث کے موافق نفس
ایمان مین داخل نہین اور اس نفس ایمان مین کمی بیشی کو گنجایش نہین اسواسطے یقین کا مقابل شک ہی اور
اون دونون کے درمیان مین واسطہ نہین یا تو یقین حاصل ہوگا تو کہینگے کہ فلان مومن ہی اور اگر یقین
حاصل نہین تو شک کی حالت مین ہوگا اور ایسے شخص کو ایمان سے خارج سمجھینگے یہ نہین کہہ سکتے کہ فلان شخص
کو تھوڑا یقین ہی اور فلان کو اوس سے زیادہ اور یہ بات ویسی ہی ہی کہ کسی چیز کو کہین تھوڑی گول و بہت گول
اسلیے کہ نفس الامر کی راہ سے یا تو وہ چیز گول ہوگی یا گول نہوگی تھوڑا اور بہت گول ہونا کیا معنی اور جب ایمان کے
معنی یہ قرار پائے تو کہہ سکتے ہین کہ عام و خاص امت تین مساوی ہین اور اس آیہ کریمہ سے بھی یہی مضمون مستفاد ہی
اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ
مِّنْ رُّسُلِہٖ الآیہ کل کی لفظ جو واسطے احاطہ افراد کے ہی اس بات پر شاہد ہی کہ خود آنحضرت صلعم
و جمیع مومنین خاص و عام خواہ طبقہ اعلی صحابہ سے ہون یا تابعین سے ارباب کشف ہون یا ارباب ظاہر

سب نفس ایمان مین درجہ مساوات کا رکھتے ہین اور کل امتین کے درجات استغراق مین داخل ہین باوجودیکہ یہ طبقات ایک دوسرے سے افضل و اعلیٰ درجات مین متفاوت ہین اور یہ تفاوت اور فضل باعتبار خلوص اعمال اور کیفیات ایمانیہ کے ہو بالحاظ مراتب تفصیلی ایمان کے کہ اوس سے عوام کو بہرہ نہین نہ باعتبار نفس ایمان کے کہ جسکو ہم اذعان اور یقین سے تعبیر کرتے ہین اور ایمان اور اسکی کیفیات اور نتائج کا جدا ہونا اس آیۃ کریمہ سے بھی واضح ہوتا ہو اِذْ قَالَ اِبْرَاهِيمُ رَبِّ اَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي اس سے معلوم ہوا کہ ایمان اور چیز ہو اور اطمینان اور چیز ہو اور باہم ایمان انبیاء و دیگر خواص امت مین جو فرق اور تفاوت ہو باعتبار مراتب اطمینان اور قلت و کثرت خلوص اعمال و حصول ثمرات اور نتائج ایمانیہ کے ہو نہ نفس ایمان کے اعتبار سے اور اسکی مثال بعینہ یہ ہو کہ جیسا نفس رسالت اور مدارج رسالت مین فرق ہو ایک جا فرمایا لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ اور دوسرے مقام مین ارشاد ہوا تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اور اس آیہ سے بھی مساوات ایمان خاص و عام کی مستفاد ہو سکتی ہو کہ خداوند تعالیٰ جلشانہ منافقین سے مخاطب ہو کر فرماتا ہو کہ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ النَّاسُ اسواسطے کہ مامور بہ اور مشبہ بہ کا اس جگہہ متعین ہونا چاہیے تاکہ بموجب اسکے تعمیل واقع ہو پس اگر ایمان ناس جو مامور بہ اور مشبہ بہ ہو مختلف ہو تو تکلیف مالا یطاق لازم آئیگی حالانکہ وہ ازروے آیہ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا کے جائز نہین اسواسطے کہ کسی فرد انسان کو تمام ناس کے ایمان کے مثل ایمان حاصل کرنا غیر ممکن ہو اور اگر ایمان فرد غیر معین کا مراد ہو تو اوسکے بے متعین ہوئے کیونکر مخاطب مجہول کی تعمیل پر قادر ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ ایمان ناس سے غرض وہی نفس ایمان ہو جو کل ناس مین مشترک ہو اور وہی مخاطبین سے مطلوب ہو اسواسطے کہ منافقین جو یہان مخاطب ہین اگرچہ بظاہر اعمال مین مثل مومنین کے پابند تھے لیکن اون سے وہ امور صادر ہوتے تھے جو یقین کے منافی سمجھے اور ہر امر مین آنحضرت کی تصدیق نہین کرتے تھے اسی پر اونکی طرف یون خطاب فرمایا اور یہ قول امام ابو حنیفہ کا فی الحقیقۃ اور مجتہدون کے اقوال سے منافات نہین رکھتا صرف نزاع لفظی معلوم ہوتی ہو اسواسطے کہ ایمان کو اگر اذعان و تصدیق قرار دین تو بدیہی بات ہو کہ یہ قابل تقسیم نہین ہو اور کم و زیادہ کے قابل نہین اور اگر اعمال و کیفیات کو شریک کرین تو بیشک کمی و زیادتی کو گنجایش ہو اور امام ابو حنیفہ رح اول ہی مراد رکھتے ہین اور ایسے بدیہی امر کیواسطے کسی دلیل کی حاجت نہین اور آنحضرت ؐ دقیق چیزون کی تعلیم کے واسطے مبعوث ہوئے جسمین نظر اور فکر کی حاجت ہو یا کسیقدر متنبہ کرنے کی ضرورت ہو تو نہ بدیہی باتون کی تعلیم کے واسطے کہ اسکو ادنیٰ و اعلیٰ سمجھہ سکتا ہو اسصورت مین اس مقدمے مین آپکا کوئی حدیث فرمانا عبث اور تحصیل حاصل تھا بلکہ آپکی کسر شان تھی **سوال ہشتم** قضا کا نافذ ہونا ظاہر و باطن پر **جواب** یہ مسئلہ فی الحقیقۃ مختلف فیہ بین العلما ہو بعضے ظاہر و باطن مین نفاذ کے قائل ہین بعضے نہین اسصورت مین حنفیہ پر اس سوال کا وارد کرنا

بھی بجاے خود نہین خیر چونکہ سوال لکھا گیا تو جواب بھی ضرور ہوا - جو لوگ ظاہر و باطن مین قضا کے
نفاذ کے قائل ہین انکے واسطے اس سے زیادہ کیا دلیل ہوگی کہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ
اس آیۂ کریمہ کی روسے تعمیل حکم حاکم اور قاضی کی فریقین پر واجب ہی مثلاً ایک فریق کو شی مدعا بہا سے محروم
کرکے و سکے تصرف سے ممنوع کیا تو اب وسکو اوس چیز کا تصرف مین لانا کسی حیلہ سے سوا اسکے کہ خود فریق
ثانی متصرف کرادے جائز نہوگا اور فریق ثانی کو شی مذکور پر رؤداد کے صحیح ہونے کی شرط پر تصرف کا مجاز
کیا ہی اور یہ شرط کرنا روداد پر بنا رکھنے سے خود ظاہر ہی پس یہ شخص اوس چیز کو تصرف کریگا اوس شرط کے ساتھ
مجاز ہوگا نہ بدون اسکے بہر حال تعمیل دونون پر بموجب حکم کے واجب ٹھہری اور جب امر کا وجوب بموجب نص
قرآن کے ثابت ہوا اوسمین حرمت کا کیا ذکر اور ظاہراً اور باطناً اوسکے نفاذ مین کیا تامل اور یہی حکم اس آیۂ کریمہ سے
بھی مستفاد ہی وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ الآیہ جب
فریقین کو سواے تعمیل حکم قضا کے کچھہ اختیار ہی باقی نرہا تو اب اسکا بجالانا اوسکے حق مین حرام کیونکر ہوگا
اور یہ بھی واضح ہو کہ مقصود اس فریق کا ظاہر و باطن کے نفاذ سے اسی قدر ہی کہ جو امور قضاے واجبی پر
مرتب ہوتے وہی امور بعینہ اس قضاے غیر واجبی پر بھی مرتب ہونگے مثلاً اگر ایک کی جورو موافق روداد
ظاہر کے دوسرے کو دلوادی تو اب وسکی اولاد کو ولد الزنا نہ کہینگے یا کسیکا مال کسیکا دلوادیا اور اوس شخص نے
وہ مال دوسرے کے ہاتھہ بیچڈالا تو مشتری مالک قرار پائیگا اور خود اوسکے نفس کے واسطے جو وہ مال طاہر نہین ہی
اور احادیث متعددہ سے یہ امر مستفاد ہی اوسکی وجہ یہ ہی کہ قضا قاضی کی صرف معاملہ ظاہری کی نسبت صادر
ہوئی ہی اور اوسیقدر ظاہراً اور باطناً نافذ ہوگا نہ معاملۂ اخروی کی نسبت پس جو گناہ و معصیت کہ ظلم یا شہادت
زور کے سبب سے کسی فریق کی نسبت ثابت ہوا ہی مواخذہ اوسکا بدستور قائم رہیگا اور چونکہ وہ مال بسبب ظلم وغیرہ کے
حاصل کیا گیا ہی اسواسطے اوسکے حق مین اوسکی طہارت متصور نہوگی اور فقہاے حنفیہ اس امر کے قائل نہین
ہین کہ یہ مال اوسکے حق مین حلال ہوگیا بلکہ جو چیزین ایسی ہین کہ جسمین ولی کو سواے حفظ کے اور کسی قسم کی ولایت
حاصل نہین اوسکو قضا یا لحاظ کی صورت مین فریق مقضی لہ کے حقمین حلال نہین سمجھتے رہا اون امور مین جنمین
ولی کو عقد و فسخ کا اختیار دیا گیا ہی جیسے نکاح و طلاق و بیع و اقالہ ایسی صورت مین ایسا سمجھنا چاہیے کہ قاضی
فریقین کے جانب سے ولی یا وکیل ہی اور دونون نے اس امر کا اوسکو اختیار دیا ہی کہ جو از روے روداد مقدمہ کے
قاضی کی راے مین آوے اوسپر ہم دونون فریق راضی ہین اس صورت مین ولایۃً یا وکالۃً ایک جانب سے طلاق
اور دوسری جانب سے عقد نکاح کا قاضی کو اختیار حاصل ہوگا وہ ظاہر و باطن مین نفاذ اوسکا بدون کسی محظور شرعی
کے ہوجاویگا جب یہ صورت ہوئی تو اب وکیل جدید کی کیا حاجت باقی رہی اور علاوہ اسکے خود سلطان و قاضی

ولایت حاصل ہی فی الموطاء مالک انہ بلغہ عن سعید بن المسیب انہ قال عمر بن الخطاب لا تنکح المرأة الا باذن ولیھا او ذی الرای من اھلھا او السلطان اور مسئلہ قذف و لعان مین قضا کا ظاہرًا و باطنًا موثر ہونا تو صریحا قرآن سے مستفاد ہوا اور منجملہ اون آیات و احادیث کے جو الزامًا ظاہر و باطن مین نفاذ قضا پر دلالت کرتے ہین اونمین سے و و ایک آیہ کریمہ ہین یا ایھا الذین امنوا لا تقولوا لمن القی الیکم السلام لست مومنا حدیث شریف مین من صلی صلوتنا و استقبل قبلتنا و اکل ذبیحتنا فذلک المسلم الذی لہ ذمة اللہ و ذمة رسولہ فلا تخفروا اللہ فی ذمتہ رواہ البخاری عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لا الہ الا اللہ لا تکفرہ بذنب ولا تخرجہ عن الاسلام الحدیث رواہ ابو داؤد اور سوا اوسکے احادیث کثیرہ اس مضمون کی وارد ہین کہ عند الفقہا ظاہر شعار اسلام معتبر ہی اور بموجب اوسکے قضا کا حکم جاری ہوگا اس صورت مین مثلاً فرض کرین کہ کوئی اونمین سے حقیقت مین ایمان نرکھتا ہو تو اوسکی نسبت صرف حکم اسلام کا باعتبار ظاہر کے ہوگا اور یہ حکم با لخطا ہی باوجود اوسکے نفاذ اسکا ظاہرًا اور باطنًا کامل طور پر ہوگا نکاح طلاق و عتاق وغیرہ جمیع معاملات ایسے شخص کے صحیح ہونگے اولاد اوسکی مسلم گنی جائیگی نماز مین امامت اوسکی جائز ہوگی اور بعد مرنیکے نماز جنازہ سب پر فرض ہوگی پس ہرگاہ ایسے عمدہ معاملہ مین یعنے دینیات مین قضا کا یہ اثر پیدا ہوا تو معاملات دنیویہ مین بھی اگر موثر ہو تو کیا مستبعد ہی **سوال نہم** جو شخص محرمات ابدیہ جیسے مان بہن سے نکاح کرکے اوس سے صحبت کرے تو اوس پر حد شرعی جو قرآن و حدیث مین وارد ہی لگانا **جواب** حقیقت اس مسئلہ کی یہ ہی کہ قرآن مین نکاح کا حرام ہونا مان بہن وغیرہ سے بیشک مذکور ہی حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ الایہ لیکن اون سے نکاح کرنیکی صورت مین حد کا ذکر نہ قرآن مین ہی نہ حدیث مین اور حد ایسی چیز نہین جو اجتہاد سے قرار دیجاوے پس اس صورت مین حد نہ جاری کرنیکے باب مین سند کی کیا حاجت ہی اگر یہ کہا جاوے کہ یہ صورت بھی الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي کے تحت مین داخل ہی تو نزاع لغت و محاورہ کیطرف رجوع کرینگے اسلیے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک زنا کی تعریف یون ہی الزنا وطی فی قبل خال عن ملک و شبھة اس صورت مین جو نکاح محرمات سے واقع ہوگا وہ دو حال سے خالی نہین یا تو وہ شخص باوجود علم اس تحریم کے اس فعل کو حلال جانتا ہی تو ایسا شخص مرتد قرار پائیگا اور قتل اوسکا واجب ہوگا یا بسبب بیعلمی کے مثل مجوس وغیرہ کے اوسکے جواز کا معتقد ہوگا تو یہ صورت شبہ مین داخل ہی اور تعریف زنا سے خارج اور بطور نکاح کے اس فعل کے مرتکب ہونے مین قرینہ شبہ کا موجود ہی اور امام شافعی کے نزدیک تعریف زنا کی یہ ہی ھو سفح ماء محرم فی محل مشتھی محرم اس تعریف کی رو سے

البتہ یہ صورت بھی زنا مین داخل ہی اس صورت مین یہ مسئلہ لغت و محاورہ سے متعلق ہوگا نہ فقہ و حدیث سے اور یہ بھی واضح ہو کہ حدود مین جہانتک ہو اغماض کرنا احادیث سے مستحسن ثابت ہوتا ہی تو اگر ابو حنیفہ نے اس مقام پر شبہہ کو ترجیح دیکر حد سے معاف رکھا تو کیا مضائقہ ہی فی المشکوۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ادرؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان کان لہ مخرج فخلوا سبیلہ فان الامام ان یخطی فی العفو خیر من ان یخطی فی العقوبۃ رواہ الترمذی وفی الموطا مالک عن یحیی بن سعید عن سعید بن المسیب ان رجلا من اسلم جاء الی ابی بکر الصدیق فقال لہ ان الاخر زنی فقال لہ ابو بکر اذکرت ھذا لاحد غیری فقال لا فقال لہ ابو بکر فتب الی اللہ واستتر بستر اللہ فان اللہ یقبل التوبۃ عن عبادہ فلم تقررہ نفسہ حتی اتی عمر بن الخطاب فقال لہ مثل ما قال لابی بکر فقال لہ عمر مثل ما قال ابو بکر فلم تقررہ نفسہ حتی اتی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لہ ان الاخر زنی قال سعید فاعرض عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلث مرات کل ذلک یعرض عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اذا اکثر علیہ الی اخر الحدیث

اور از روے اشارۃ النص کے جو قسم دلالات اربعہ معتبرۂ شرعیہ کے ہی یہ ہی ثابت ہوتا ہی کہ یہ قسم حرمت حرمت زنا سے جداگانہ ہی اسواسطے کہ عنوان آیہ مین ارشاد ہی حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ اُمَّھَاتُکُمْ وَبَنَاتُکُمْ اور آخر آیہ مین فرمایا ہی وَاُحِلَّ لَکُمْ مَا وَرَاءَ ذٰلِکُمْ اسواسطے کہ ما وراء کے تحت مین نساء غیر محصنہ بھی داخل ہین جو بلا نکاح بذریعۂ زنا کے تصرف مین آئین جو کہ علحدہ فَاَبْتَغُوا بِاَمْوَالِکُمْ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ کے قید سے خارج فرمایا پس معلوم ہوا کہ حرمت نکاح اور چیز ہی اور حرمت زنا اور چیز پھر وہ تحت مین حد زنا کے کیونکر داخل ہو سکتی ہی اور یہ حدیث مشکوۃ کی بھی دال ہی کہ نساے محرمات اس حد مین داخل نہین فی المشکوۃ من وقع علی ذات محرم فاقتلوہ رواہ الترمذی وقال ھذا حدیث غریب اسواسطے کہ اگر ایسی نساآیۂ حد زنا مین داخل ہوتین تو پھر خلاف آیۂ قرآنی دوسری قسم کی تعزیر کیون تجویز ہوتی اور ابو حنیفہ رحمہ اللہ ایسی صورت مین اگرچہ حد تجویز نہین کرتے لیکن تعزیر سخت و موجع ضرور جانتے ہین اور بعضے علما قتل کی تجویز کرتے ہین اور اس حد کی تجویز نکرنے سے یہ لازم نہین آتا کہ معصیت اسکی زنا سے کم ہو بلکہ گناہ اسکا لامحالہ اس سے زائد ہی چنانچہ حدیث شریف مین وارد ہی کہ محرمہ کے ساتھہ زنا کرنا ستر مرتبہ ہمسایہ کی عورت کے ساتھہ زنا کرنے سے زیادہ ہی اور عورت ہمسایہ کے ساتھہ ستر مرتبہ زیادہ ہی بہ نسبت اور عورتونکے جیسا یمین غموس مین اگرچہ کفارہ ابو حنیفہ کے نزدیک نہین ہی لیکن مواخذہ اسکا بہ نسبت منعقدہ کے سخت ہی

سوال نہم تحدید آب کثیر کی جو وقوع نجاست سے پلید نہو دہ در دہ سے کرنا **جواب**

یہ مسئلہ امام ابو حنیفہ سے منقول نہیں ہی بلکہ متاخرین کی تجویز ہی اس صورت مین اگر ثبوت اسکا ہمکو نہ پہنچے
تو ابو حنیفہ یا حنفیہ کے نسبت کوئی مقام الزام نہیں اور قدما کے قول سے ایسا مستفاد ہوتا ہی کہ امام
ابو حنیفہ نے آب کثیر کے تعین کو بروفق اپنی عادت کے مبتلی بہ کی راے پر چھوڑا ہی اور ظاہرا کوئی
سند کافی اس مسئلہ کی محرر سطور کی نظر سے نہیں گذری اور شاید کسی کے پاس موجود ہو یا کسی کتاب
مین مرقوم ہو بہرحال محرر سطور اسباب مین اپنے عجز کا معترف ہی لیکن اس امر کا بیشک قائل ہی کہ اگر
علماے متاخرین پر حسن ظن کرکے اوسپر عمل کیا جاوے تو کوئی محظور شرعی لازم نہیں آتا بلکہ احوط
ہی رہا حدیث قلتین کا تعارض تو اوسکی صورت یہ ہی ایک تو اکثر علما کو اس حدیث مین کلام ہی چنانچہ
صاحب سفر السعادت شافعی المذہب بھی اسکے معترف ہین دوسری تشریح مقدار قلتین کی صریحًا
قطعی طور پر نہ حدیث مین ہی نہ لغت سے بلکہ لغت مین معنے قلہ کے متعدد ہین اس صورت مین
مجمول پر کیونکر عمل ممکن ہوگا اور اس مسئلہ خاص مین جو توجیہ بعضے فقہا سے منقول ہی وہ بھی درج
کرتا ہون فی شرح الوقایۃ قال محیی السنۃ التقدیر بعشر فی عشر لا یرجع الی اصل شرعی یعتمد علیہ وقول
اصل المسئلۃ ان الغدیر العظیم الذی لا یتحرک احد طرفیہ بتحریک الطرف الآخر اذا وقعت النجاسۃ فی احد جوانبہ جاز الوضوء
من الجانب الآخر حتی قدر ہذا بعشر فی عشر وانما قدر بہ بناء علی قولہ علیہ السلام من حفر بئرا فلہ حولہا اربعون ذراعا فیکون
حریمہا فی کل جانب عشرۃ فعلم منہ انہ اذا اراد الآخر ان یحفر فی حریمہا بئرا یمنع فیہ لانہ ینجذب الماء الیہا وینقص الماء
فی الاولی وان اراد ان یحفر بئرا بالوعۃ یمنع ایضا لسرایۃ النجاسۃ الی البئر الاولی وتنجیس مائہا ولا یمنع فیما وراء الحریم
وہو عشرۃ فی عشرۃ فعلم ان الشرع اعتبر العشر فی العشر فی عدم سرایۃ النجاسۃ حتی لو کانت النجاسۃ تسری یحکم بالمنع

اگرچہ یہ قیاس خلاف قاعدۂ اصول اور چندان بعید بھی نہیں ہی لیکن چونکہ نص مین علت استحقاق صاحب
بیر کے واسطے اربعین ذراع کی مذکور نہیں ہی اسوجہ سے گفتگو کو گنجایش ہی اور علماے حنفیہ کو اس
مسئلہ مین اصرار بھی نہیں ہی اور نہ اوسکو امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کرتے ہین واللہ اعلم
وعلمہ الاکمل والاتم خاتمہ واضح ہو چونکہ بالفعل تقلید کے مسئلہ کی بحث از بس شائع ہی اور اس مقدمہ مین
نہایت سوزش کی نوبت ہی اسلیے بعد تحریر جوابات کے چند فوائد کا اسباب مین شامل کرنا مناسب
معلوم ہوا تاکہ لوگون کو اس فریق کے توہمات اور ترک تقلید کے نتائج اور ثمرات سے بھی اطلاع
حاصل ہو **فائدہ** اس تقلید کے چھوڑنیوالے فی الحال تین فریق ہین ایک وہ فریق جو فنون عربیہ
سے کما حقہ واقف و ماہر ہین اور بعد اسکے فن تفسیر و حدیث بھی بر سبیل مروج بطور تحقیق کے
حاصل کیا ہی گو اونکی تحقیق کو دوسرے لوگ لائق اجتہاد کے تصور کرین یا نکرین مگر ایسے لوگون کے

حق مین وجوب یا عدم وجوب تقلید کے بحث کو راقم سطور اپنے منصب سے بالاتر جانتا ہی اور
اوسمین ہرگز گفتگو نہین کرتا جو سابقین نے اسمین گفتگو کی ہی وہی کافی ہی میری گفتگو اس بارہ خاص
مین چھوٹا منھہ بڑی بات ہی دوسرا فریق وہ ہی جنھون نے علوم عربیہ کی بقدر کافی تکمیل نہین کی اور
فن حدیث کا بھی تتبع علی سبیل الکمال نہین کیا تیسرا فریق وہ ہی کہ عربی سے بالکل نا آشنا ہی محض ترجمہ
قرآن وحدیث دیکھکر یا کسی سے مضمون اوسکا سنکر آپکو عامل بالحدیث قرار دیتے ہین پس ان دو فریق کی
نسبت البتہ ترک تقلید کو سم قاتل جانتا ہون اور وہ آیات واحادیث جو اصل جواب مین مذکور ہوئین اسحق
کیواسطے سند کافی ہین اور مجادل کے لیے اگر بالفرض تمام کتب سماوی ہون تب بھی کافی نہین ع
مین نہ سمجھون تو بھلا کیا کوئی سمجھائے مجھے + اول ان توہمات کو لکھتا ہون جسنے انہون فریق کو اس طرف کی
طرف مائل کیا ہی تاکہ منصف اور حق طلب لوگ ان توہمات کی بے اصلی سے آگاہ ہون اور شاہ راہ عقل و
دین کو نہ چھوڑین پہلا وہم یہ ہی کہ قرآن وحدیث کے ہوتے ہوے ہمکو کسی فقیہ ومجتہد کے قول پر عمل کرنا
کیا ضرور ہی جواب اسکا یہ ہی کہ یہ بیشک مسلم ہی قرآن وحدیث کے ہوتے ہوے کسیکے قول پر عمل کرنا (پہلا وہم / جواب)
ضرور نہین لیکن اسقدر تو ضرور ہی کہ قرآن وحدیث کے سمجھنے کی قدرت حاصل ہو اور یہ بھی اطمینان ہو
کہ فلسہ پیدا ہونا اس حدیث کا واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف صحیح ہی اگرچہ دوسرے امر کی تصدیق
محدثین کے اعتماد اور حسن ظن پر ہو سکتی ہی لیکن امر اول کا حاصل ہونا بدون علم کے محال ہی اسواسطے
خداوند تعالے جلشانہ نے ارشاد فرمایا فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ اگر سب قرآن وحدیث
کو برابر سمجھتے تو سوال اونکو پوچھنے کی کیون ضرورت تھی اور لا یعلمون مین کیون داخل ہوتے دوسرا وہم یہ ہی
کہ آنحضرت امیون اور جاہلون کی تعلیم وتلقین کے واسطے مبعوث ہوے پھر اگر قرآن وحدیث کا (دوسرا وہم / جواب)
سمجھنا علم کافی پر منحصر ہو تو بعثت کا فائدہ حاصل نہین ہوتا خلاصہ اس تقریر کا یہ ہی کہ قرآن وحدیث
صاف وصریح ہی اسکے بتلانے اور سمجھانے کی حاجت نہین جواب اسکا یہ ہی کہ اگر قرآن وحدیث
یون ہی ہر شخص کے سمجھہ مین آجاتا اور سوال وتحقیق کی اسمین حاجت نہوتی تو خداوند تعالے فاسئلوا کا
کیون حکم فرماتا اور یہ خیال صریح آیہ کریمہ کے منافی ہی اور اگر اس سے قطع نظر کر کے یہ بھی مسلم کیا کہ قرآن
وحدیث سب پر آسان اور عالم وجاہل سب اوس سے بہرہ یاب ہوتے ہین مگر یہ آسانی صرف اہل زبان
کے لیے ہوگی نہ غیرون کے واسطے مثلاً اردو ہماری زبان ہی پس ہمارے واسطے یہ بیشک آسان
ہی عرب اور فارس کے واسطے آسان نہین اونکو بہ تکلف زبان سیکھ بموجب قواعد حاصل کرنا پڑیگا
اور ترجمہ پر اعتماد نہین ہو سکتا اسواسطے کہ ایک لفظ کے معنے متعدد ہوتے ہین اور بعضے جگہ

معنے حقیقی مراد ہوتے ہین کہین مجازی اور کہین عبارت کی ترکیب مختلف ہوتی ہی اس صورت مین کیا
ضرور ہی کہ جو معنے مترجم نے کیے وہ معنے قائل کے مراد کے موافق ہون مثلاً قروء کے معنے قرآن مین
حنفیہ کہتے ہین حیض اور شافعیہ طہر اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کا ترجمہ لکھا
بنما مارا راہ راست یعنے دکھلا ہمکو راہ سیدھی اور شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہین چلا ہمکو راہ سیدھی
اور دونون معنے مین بڑا فرق ہی وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ کے معنے اہل سنت کے مترجمین لکھتے ہین مسح
کرو سرونکا اور دھو پاؤنکو اور مترجمین امامیہ کے لکھتے ہین مسح کرو سرونکا اور پاؤنکا اس صورت مین
ایک معنے کا ترجیح دینا دوسرے معنے پر بدون علم کے کیونکر ہوسکتا ہی اور اگر مترجم کا اعتماد کیا تو یہ بھی
اوسکی راے کی تقلید ٹھہری نہ قرآن و حدیث کی علاوہ اسکے بعضے محاورات اس قسم کے ہوتے ہین
کہ بعد چند مدت کے متغیر ہو جاتے ہین اور اس امر کا سُراغ بہت دشوار ہے معلوم ہوسکتا ہی اور یہ
دقت بعد چند مدت کے خود اہل زبان کو بھی پیش آتی ہی چہ جاے غیر اہل زبان چنانچہ اسی وجہ سے
عرب کو بھی اب علوم ادبیہ کی تحصیل کی حاجت ہی اور بدون اسکے عام و خاص قرآن و حدیث سے
استنباط مطالب پر قادر نہین اور اب برابر تحصیل ان علوم کی عرب مین جاری ہی درحالیکہ اہل زبان محاورہ
ادراک مطالب مین قرآن و حدیث سے وسائل کے محتاج ہون تو واے برحال ہم لوگونکے کہ نہ زبان
سے آشنا نہ محاورے سے واقف اور تحقیق کا دعوی کرین ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ
وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ اور یہ جاننا چاہیے کہ یہ بھی ضرور نہین کہ کل مطالب قرآن و حدیث کے عام فہم
ہون یا عموماً تفہیم اونکی مطلوب ہون بلکہ مطالب قرآن و حدیث کے چند اقسام پر منقسم ہین ایک
وہ کہ جسکی تعلیم و تلقین عموماً مقصود ہی وہ بیشک صاف صریح ہین اور ایسے ہی مضامین کے نسبت
خداوند تعالے فرماتا ہی وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ اور بعضے وہ مضمون ہین جسکا خاص
ایک جماعت پر اعلام مطلوب ہی مثلاً وہ آیات و احادیث جسکا نزول خاص موقع اور مورد پر
کسیکی مدح یا ذم مین ہوا ہی اور ایسے مضامین قرآن و حدیث دونون مین بہت کثرت کے ساتھ موجود
ہین پس ایسے مضمون وہ جماعت مخاطب بخوبی سمجھینگے اگرچہ غیر اونکو اوسکی ادراک مین تحقیق
کی حاجت ہو اور بعض وہ مقاصد ہین جنکو خواص سمجھتے ہین اور عوام کا ادراک اوس سے قاصر ہی
جسکی شان مین ہی وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ اور بعض مواقع
ایسے ہین جسکے ادراک سے اکثر خواص بھی محروم ہین مثلاً آیات متشابہات جسکا علم سوا خدا
اور رسول کے یا بعض خاص بندون کے کسیکو حاصل نہین چنانچہ خود قرآن مین ارشاد فرمایا

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ
مُتَشَابِهَاتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِي قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ
وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ

اور بعضے کلام ایسے بھی ہوتے ہین جس سے مطالب متعدد مستفاد ہو سکتے ہین بعضے عام فہم اور بعضے
خاص فہم اور اونمین سے ایک سا تمہ قائل کے مراد بھی متعلق ہوتی ہی اور قرآن وحدیث دونون مین
اس قسم کے کلام بھی بہت ہین اور اوتیت جوامع الکلم جو آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا اوس سے یہی مراد
ہی اور حدیث شریف مین ہی فی المشکوٰۃ انزل القرآن علی سبعة احرف لکل آیة منہا
ظہر وبطن ولکل حد مطلع رواہ فی شرح السنة اس سے بھی یہی غرض ہی لیکن شرط یہ ہی کہ ایک معنی کا
دوسرے معنے سے تناقض اور تخالف نہو والا وہ معنے باطل ٹھہرینگے اور جو تاویل معنے ظاہر کے
خلاف ہو وہ بیشک مردود ہی اور اعتقاد اوسکا کفر اور زندقہ ہی جب قرآن احادیث کے مطالب
ومضامین کی یہ کیفیت ہو پھر عوام غیر ملک کے اوس سے استنباط مطالب اور تحقیق مراد کا
دعوی کرین اس صورت مین ہم اہل انصاف سے پوچھتے ہین کہ ایسا دعوی بجا ہوگا یا بیجا تیسرا وہم

جواب تیسرا وہم

مطلقا حدیث ضعیف پر عمل کرنیکو بدعت اور شنیع جانتے ہین اور اوس پر عمل کرنیوالیکو مطعون کرتے
ہین اور سبب اسکا یہی ہی کہ فن حدیث کے اصطلاحات اور حدود سے بخوبی واقف نہین خلاصہ
یہ ہی کہ حدیث صحیح سے مراد یہی ہی کہ جو شروط محدثین نے اطمینان کے قرار دیے ہین وہ کسی
حدیث مین موجود ہون اور حدیث ضعیف وہ ہی جسمین بعض شرائط مذکورہ مفقود ہون لیکن یہ امر
صاف ظاہر ہی کہ بسبب مفقود ہونے بعض یا کل شرائط کے اوس کے نسبت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کیطرف سے ساقط نہو جائیگی گو اطمینان کا مرتبہ حاصل نہوا اسوجہ سے اعتقادات
کے باب مین ایسی احادیث سے استنباط نہین کرتے لیکن اعمال مین بموجب اوسکے عمل کرنا
بالاتفاق جائز بلکہ مستحب ہی اور خود آنحضرت اور صحابہ سے اخبار ضعیفہ پر عمل کرنا متواتر ثابت ہی
چنانچہ جنگ حدیبیہ مین خبر قتل عثمانؓ ابہی قبیل کی تھی اور اوسی پر آنحضرت نے مسلمانون سے
اخذ بیعت کا اہتمام فرمایا اور وہ بیعت مقبول بھی ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ خبر ضعیف پر عمل
کرنا اگر بہ نیت حصول خیر ہو وہ بیشک مستوجب ثواب ہی اور اکثر غزوات ووقائع مین آنحضرت صلعم کے
عصر مین اور کیا صحابہ کے عہد مین ہر ایک زمانے مین کافر اور ذمی کی خبر پر عمل جاری رہا اور
اوائل اسلام مین تو سواے کافرونکے مسلمان اقل قلیل تھے تو اوس وقت لامحالا نہین کافرونکے

اخبار پر عمل ہوتا تھا اور اب زمان اسلام مین احادیث ضعیفہ کے رواۃ مین گو کل شرائط مفقود بھی ہون تو بھی اسلام تو موجود ہی اور اخبار کفار سے بہر حال اولی ہونگے تو اوسپر عمل ناجائز ہونیکا کیا سبب ہان اگر ایسی احادیث احادیث صحیحہ سے معارض اور مخالف ہون تو بیشک عمل اون پر محل طعن و الزام ہوسکتا ہی اور تاہم یہ بھی ممکن ہی کہ بعضے اخبار جن مین شروط صحت بوجہ کمال موجود ہون باوجود اوسکے وہ اخبار غلط ہون جیسے خبر اخوان یوسف ع کی اور بعضے اخبار جنکے رواۃ مین بعضے شروط مذکور بالکل مفقود ہون وہی صحیح ہون جسطرح شہادت زنان مصر کی یوسف ع کی پاکدامنی پر اور علے ہذا القیاس ہزارون خبر اس قبیل کی موجود ہین اور اصل یہ ہی کہ ہر خبر در اصل محتمل صدق و کذب کی ہی خواہ وہ خبر حدیث ہو یا غیر حدیث بدون قرائن اور اعتبارات کے اوسکے صدق یا کذب پر اطمینان نہین ہوسکتا وفی المشکوٰۃ وعن ابی ہریرۃ قال کان اہل الکتاب یقرءون التوراۃ بالعبرانیۃ ویفسرونہا بالعربیۃ لاہل الاسلام فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تصدقوا اہل الکتاب ولا تکذبوہم وقولوا آمنا باللہ وما انزل الینا الآیہ رواہ البخاری اور اسی مطلب کو آنحضرت صلعم نے اس حدیث مین ارشاد فرمایا لیس الخبر کالمعاینۃ اور اسی وجہ سے مجتہدین کے غور و تحقیق کی ہر حدیث مین ضرورت ہی واللہ اعلم چوتھا وہم یہ ہی کہ بعض مسائل فقہیہ باوجود موجود ہونے احادیث صحیحہ کے احادیث ضعیفہ پر مبنی ہین اس صورت مین ایسے مسائل کو کیونکر اعتبار کرین جواب اسکا یہ ہی کہ اخبار و احادیث کی تصدیق قوت و ضعف و صحت و سقم کی صرف اسطور سے حاصل ہوسکتی ہی کہ ہم محدثین اور محققین کیطرف خواہ بخاری ہون یا مسلم یا اور محدثین اور مورخین جنکی طرف یہ فن منسوب ہی حسن ظن رکھتے ہین کہ یہ لوگ صادق اور متورع تھے باوجودیکہ انمین بعض محدثین اور مورخین کا حال علم تفصیلی سے ہمکو حاصل نہین اور در صورتے کہ اس حسن ظن سے قطع نظر کرین تو مطلقاً اکثر احادیث مین قوت و ضعف اور صحت و سقم کا دعوی ثابت کرنا مشکل ہوگا اس صورت مین جب مدار حسن ظن ہی پر ٹھہرا اگر ایسا ہی حسن ظن ہم مجتہدین کیطرف بھی جنکے تقوی اور ورع اور علم اور تحقیق مین کسیکو کلام نہین عمل مین لاکر یہ احتمال کرین کہ یہ احادیث اگرچہ ان محدثین کے نزدیک ضعیف ٹھہرین لیکن شاید ان مجتہدین کو بسبب قرب زمان نبوت کے سند کامل و صحیح بہم پہنچی ہو اور اوسپر اعتماد کر کر انھون نے ان مسائل کو اوسپر مبنی کیا ہو تو کیا مضائقہ ہی بلکہ ظن غالب یہی ہی کہ ان لوگون کے نزدیک یہ احادیث صحیح ہونگی یا مثل انکے کوئی اور سند صحیح لامحالہ موجود ہوگی وگرنہ باوجود موجود ہونے اور احادیث صحیحہ کے ہرگز ایسا تجویز نہ کرتے

چوتھا وہم
وجواب

یا یہ کہیے کہ مجتہدین مجموعاً قابل حسن ظن کے ہین اور یہ مجتہدین اس حسن ظن کے مستحق نہین تو اس صورت مین
البتہ ہمکو گفتگو کی جگہ نہین پانچوان وہم یہ ہی جو فقہ فی الحال متداول اور مجتہدین کی طرف منسوب ہی
اس نسبت کے صحیح ہونے مین تردد ہی اسواسطے کہ کسی مجتہد نے کوئی کتاب فقہ تصنیف نہین
کی بلکہ علما کی تالیف ہی اور اوسمین کم وبیشی کا احتمال ہی جواب اسکا یہ ہی کہ یہ وہم بالکل واہمہ کا اختراع
ہی اور بداہت کا انکار ہی اور یہ ویسا ہی ہی جیسا کوئی کلکتہ بمبئی یا دیگر بلاد مشہورہ کے وجود مین تردد کرے
اسواسطے کہ جامع صغیر وکبیر وزیادات وغیرہ تالیفات امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی موجود ہین اور یہ اصطلاح
اور مجتہدین کی تلامیذ کی تصانیف ہین اور سوا اسکے کل مسائل فقہیہ ہزارون کتاب مین ایک طور پر
بطور متواتر مجتہدین سے منقول اور مذکور ہین اور اخبار متواترہ کا انکار آجتک کسی عاقل سے منقول نہین
اور ایسے امر کا انکار کرنیوالا قابل خطاب کے بھی نہین علاوہ اسکے اگر علما کی نقل کا اعتماد نہ کیا جاوے
تو قرآن و حدیث کل ہمکو انہین کے ذریعے سے پونہچے ہین ان سب کا اعتبار اوٹھ جائیگا ہان جن
مسائل کی نقل مین اختلاف ہو اوسمین اگر تردد ہو اور بعد تنقیح اور اطمینان کے اوسپر عمل کیا جاوے
مضائقہ نہین چھٹا وہم یہ ہی اکثر کتب فقہیہ مین دلائل کتاب وسنت سے منقول نہین اور بعض جگہہ
صرف دلیل عقلی مذکور ہی اس سے سمجھتے ہین کہ ایسے مسائل صرف رائے سے پیدا کیے ہین صورت اسکی
یہ ہی کہ فقہا نے لوگونکی آسانی کے خیال سے مسائل فقہیہ کو دلائل تفصیلیہ سے استخراج کرکے علحدہ
کر دیا ہی اور مطلب اوس سے اسی قدر ہی کہ اگر دلائل تفصیلیہ ہر ایک کے ساتھہ لکھے جاتے تو علاوہ
طویل کے اس بحث وجدال مین عوام کو بلکہ بعض خواص کا مطلب بھی بالکل فوت ہوتا اور ایک
مسئلہ نکالنا بھی مشکل پڑتا چنانچہ کل متون فقہ اسی قسم کے ہین بعد اسکے شراح نے طالب علمونکی
قوت ذہن بڑہانیکے واسطے دلائل کی بحث بھی اسکے ساتھہ ملحق کر دی لیکن اوس قسم کے دلائل
اکثر لکھے ہین جنکو قواعد اصولیہ سے تعلق ہی اور باہم مجتہدین کو اوسمین رد و قدح ہی اسواسطے کہ طلبہ
کی قوت ایسی ہی مباحثہ سے بڑہتی ہی اور چونکہ کتب تخریج از روے دلائل منقولیہ کے علحدہ
موجود ہین اسواسطے چندان اعتنا اوس طرف نہین کی اور یہ امر گو اون شروح کے نقص کا باعث
ہو لیکن اوس سے یہ لازم نہین آتا گو یہ مسائل صرف رائے واجتہاد پر مبنی ہین بلکہ کل مجتہدین کو
حتی الوسع مداخلت قیاس سے نہایت پرہیز اور اجتناب ہی خصوصاً امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو
کہ حدیث مرسل اور آثار صحابہ کو بھی حجت جانتے ہین اور قیاس مجتہد کو ایسی حدیث اور اثر صحابہ کے
مقابل مین جائز نہین رکھتے بخلاف حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے کہ حدیث مرسل اور اثر کو

پانچوین وہم کا جواب

چھٹے وہم کا جواب

اونکے نزدیک قیاس مجتہد پر ترجیح نہین ہان اگر قرآن و حدیث یا باہم چند احادیث ایک مضمون کے یا قریب المضمون ہوتے ہین تو ایسے موقع پر امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ بدون تتبع کل آیات واحادیث کے خاص ایک آیت یا حدیث پر عمل نہین کرتے یا عمل اکثر صحابہ کا کسی حدیث کے خلاف پاتے ہین تو صحابہ کے عمل کو ترجیح دیتے ہین غرضکہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کو رائے کی مداخلت سے نہایت گریز ہی باوجود اسکے نافہم لوگ جو حقیقت حال اور اصول حنفیہ سے واقف نہین انکو اہل الرائے قرار دیتے ہین حالانکہ یہ رائے و قیاس بھی قیاس فلسفی نہین ہی جو قبیح ہو بلکہ یہ وہ قیاس ہی جسکا خداوند تعالے امر فرماتا ہی فاعتبروا یا اولی الالباب اور مجتہدین نے اس قیاس کیواسطے مواقع اور شروط قرار دیے ہین کہ سواے اون مواقع اور بدون اون شرائط کے قیاس کو جائز نہین رکھتے چنانچہ یہ امر کتب اصول کے دیکھنے سے مبرہن ہو سکتا ہی یہ بات نہین کہ جس مسئلہ مین دلیل نقلی مذکور نہین اوسکا استنباط قیاس سے ہو

ساتھوان وہم

جواب

یہ ہی کہ اپنے زعم مین سمجھتے ہین کہ ان مجتہدین کو علم حدیث مثل اور محدثین کے نتھا اس امر کی کیفیت یہ ہی کہ حضرت امام مالک کا علم و حدیث تو مسلم الثبوت ہی اور موطا اوسکا ایک نمونہ ہی اور حدیث مین جو وارد ہی عن ابی ہریرۃ رضہ یوشک ان یضرب الناس اکباد الابل یطلبون العلم فلا یجدون احدا اعلم من عالم المدینۃ رواہ الترمذی آسکا مصداق اکثر علما امام موصوف کو سمجھتے ہین اور امام ابو حنیفہ کا علم بھی اپنے عصر مین اور بعد اونکے کل علما کے نزدیک مسلم تھا اور علم اوس عہد مین صرف علم کتاب و سنت ہی پر اطلاق کرتے تھے نہ اور علوم فنون پر اور مثل مسعر حافی اور عبداللہ بن مبارک اور حسن بن زیاد اور امام ابو یوسف اور محمد بن حسن شیبانی اور ابراہیم ادہم اور داود طائی اور فضیل عیاض وغیرہ جلیل القدر تابعین اور تبع تابعین محدث و مجتہد ابو حنیفہ کے شاگرد تھے اس صورت مین اگر اونکو حدیث کا علم نہوتا تو ایسے لوگ اونکے اجتہاد کو کیونکر تسلیم کرتے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول ہی ان الناس کلھم فی الفقہ عیال ابی حنیفۃ اور بہت سے اشعار بھی امام موصوف کے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے شان مین منقول ہین اونمین ایک شعر یہ ہی اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ ھو المسک ما کررتہ یتضوع اور امام احمد حنبل جو بہت بڑے محدث اپنے عصر کے ہین وہ اکثر مسائل مین ابو حنیفہ کے ساتھہ متفق ہین یہ بہت بڑی دلیل ابو حنیفہ کے علم کی ہی اور جن مسائل مین اختلاف ہی وہ بھی کسی دوسرے مجتہد کے قول کے ساتھہ لامحالہ موافق ہین اور بعد اوس زمانہ کے محدثین و علما نے جو حالات علم

ورع ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے لکھے ہین وہ بھی متتبعین کتب پر مخفی نہین بالخصوص ابن حجر مکی شافعی نے
رسالۂ خیرات الحسان فی مناقب النعمان اور شیخ محدث جلال الدین سیوطی نے رسالۂ تبییض الصحیفہ
فی مناقب امام ابوحنیفہ اور شیخ محمد شامی نے عقود الجمان فی مناقب النعمان اسی باب مین تصنیف
فرمائے ہین یہ محدثین باوصف شافعی المذہب ہونیکے اوس امام عالی شان کے علم و اجتہاد کے
کس درجہ معتقد اور قائل تھے سو منصف مزاجون پر ظاہر ہی اور صحیحین مین ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
روایت ہی کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر دین ثریا پر لٹکا ہوگا تو بھی
کچھ لوگ ابنائے فارس کے اوسے پالیوینگے انتہی اس حدیث کو جلال الدین سیوطی نے تبییض الصحیفہ
فی مناقب ابی حنیفہ مین خاص امام ابوحنیفہ کے حق مین ہونیکو ثابت رکھا ہی اور حضرت امام غزالی
باوصف شافعی المذہب ہونیکے احیاء العلوم مین امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت مناقب
کے ساتھہ یاد کرتے ہین اور امام شافعی رحمہ اللہ خود خاندان رسالت اور تبع تابعین سے ہین
اور اوائل عمر مین حجاز ہی مین بسر کی اور ہمیشہ علم دین ہی کے تفحص مین رہے اس صورت مین
علم حدیث جو کچھ حاصل ہوگا اوسکے بعد والونکو دشوار ہی اور چونکہ اکثر محدثین مثل نسائی وغیرہ امام
موصوف کے متبع ہین اسی سے بھی اونکی جلالت شان علم و فضل فن حدیث مین ظاہر ہی اور امام
احمد حنبل ایسے امام جلیل القدر فقہ مین اونکے شاگرد ہین اور حضرت امام حنبل رحمہ اللہ بھی اپنے
عہد مین مرجع تمام علما کے تھے چنانچہ امام بخاری اور مسلم اور ابوداؤد نے حدیث انسے حاصل
کی ہی مسند امام احمد آپ کی طرف منسوب ہی لیکن بذات خود منتظم اور مرتب کرنے نہین پائے
بعد اسکے بیٹے نے منتظم کیا اس سبب سے کچھہ کم و بیشی کا احتمال ہی بہرحال یہ جملہ مجتہدین اپنے
اپنے عہد مین علم کتاب و سنت مین یکتائے وقت اور مرجع انام تھے کسیکو علما و فقہا و محدثین سے
انکی جلالت شان مین انکار نہین اگرچہ اس موقع پر راقم سطور بسبب موجود نہونے کتب کے
نقل احوال سلف سے جو ان حضرات کی مناقب مین مذکور ہین قاصر رہا لیکن چونکہ اس امر کا اشتہار
حد تواتر تک پہونچا ہی غالباً جناب سائل و اہل انصاف کو اسکا تتمہ جاننے تامل اور تردد نہوگا

آٹھوان شبہہ یہ ہی کہ ملت محمدی تو ایک طریقہ اور مذہب واحد ہی پھر اسکا ابوحنیفہ و شافعی و مالک
اور احمد حنبل رحمہم کی طرف منسوب ہونا کیا معنے آیا طریقہ و مذہب مین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی اتباع چاہیے یا اون علما کی جواب یہ وہم صرف بسبب ناآشنائی علوم عربیہ کے پیدا ہوئی
ہی اسواسطے کہ علم نحو سے ثابت ہی کہ اضافت ادنی تعلق کی وجہ سے جائز ہوتی ہی مثلاً

آٹھوان شبہہ
جواب

کہ غلام و نوکر مالک کی چیز کو اپنی چیز کے ساتھ تعبیر کر سکتے ہین اور رعیت اور ملازم کے بادشاہ
یا رئیس کے ملک کو نہ لکھ سکتے ہین کہ ہمارے ملک یا علاقے کی سرحد یہانتک ہی اور سمجھنے والے سمجھ
لیتے ہین اس سے ان لوگونکو ملک مراد نہین ہوتی بلکہ تعلق مراد ہوتا ہی اور غرض یہی ہوتی ہی کہ یہ ہمارے
مالک کی چیز ہی یا ہمارے بادشاہ یا رئیس کی سرحد یہانتک ہی اور مالک و بادشاہ وغیرہ بھی اس کلمہ کو
ناگوار نہین جانتے اور یہ نہین سمجھتے کہ اس اضافت سے شرکت کی بو پائی جاتی ہی اور یہ اضافت
بہت کثرت سے مستعمل ہی کوئی اپنے خاندان کو کسی جد اعلی کیطرف منسوب کرتا ہی جیسے قریشی ہاشمی
آفریدی غوری صدیقی فاروقی وغیرہ اقوام مختلف کو کوئی ملک اور شہر کیطرف جیسے مکی مدنی یا ہی
ہندی کو کوئی کسی استاد محقق کیطرف جیسے علوی گیلانی شفائی خانی طبیب ہندوستان مین اس صورت مین
اگر لوگون نے باعتبار ابو حنیفہ و شافعی وغیرہ کے محقق ہونیکے اور خود اونکے تحقیق کے پیرو
ہونیکے سبب سے آنکو اونکی طرف منسوب کیا تو کیا قباحت ہوئی اور اسوجہ سے شریعت محمدیہ
مین تعدد کیون لازم آیا غلام و نوکر رعیت ملازم جو مالک و بادشاہ کی چیز کو اپنی طرف منسوب
کرتے ہین اوسسے وہان مشارکت اور ملک کا تعدد لازم نہین آتا اور یہان وہی امر لازم آتا ہی اسکی
کیا وجہ اور دونو مین کیا فرق ہی اور اس قسم کی اضافت قرآن مین بھی موجود ہی وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ
مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ اس آیہ مین سبیل کی اضافت مومنین کی طرف اسی قبیل کی ہی
جو اضافت مذہب کی ہی ابو حنیفہ و شافعی وغیرہ کی طرف بلکہ سبیل اور مذہب کے معنے بھی
مرادف ہین اگر یہان کوئی قباحت ہی تو وہی قباحت وہان بھی موجود ہی نواں وہم یہ ہی
جو کوئی آیہ یا کوئی حدیث اولا کسی کتاب مین دیکھے یا کسی شخص معتقد علیہ سے سُنے اور اوس کا
مقصود اپنے طور پر جو قرار دیا بعد اوسکے اگر سو آیہ و حدیث اوسکے متعارض موجود ہون تو اوسپر
اعتنا نہین کرتے بلکہ جو بالکل علم سے ناواقف ہین تو یہی کہدیتے ہین کہ یہ سب غلط ہین کوئی ان مین
صحیح نہین چنانچہ راقم سطور نے بگوش خود ایک صاحب سے سُنا کہ جب ایک شخص نے کسی
موقع پر اس حدیث سے استدلال پکڑا کہ من قال لا الہ الا اللہ فدخل الجنۃ تو وہ صاحب فرمانے لگے
کہ مین ایسی حدیثون کو صحیح نہین جانتا سب غلط ہین باوجودیکہ یہ حدیث متواتر المعنی ہی اور کوئی
حدیث اس شہرت کے ساتھ کم ہوگی اور ایسا انکار نہایت شنیع ہی بلکہ منجر بکفر سمجھنا چاہیے
اور بعینہ نومن ببعض ونکفر ببعض کا مضمون صادق آتا ہی اور جو لوگ کچھ ذی علم ہین وہ یہ تو
نہین کہتے کہ محض غلط ہی مگر اسقدر کہتے ہین کہ اسکی سند مجروح ہی قابل اعتماد نہین خواہ وہ

جرح معقول ہو یا نہو اور بسبب اس جرأت کے بہت سی قباحتین پیدا ہو گئی ہین ازانجملہ یہ ہے کہ
بعض آیت و حدیث رسوم شرک و بدعت کی بابت مین تہدیدًا بموجب عادت و محاورات عرب کے
بہت تشدد اور تشنیع کے ساتھہ وارد ہین اور سوا اسکے اکثر آیات و احادیث صحیحہ اسباب مین
موجود ہین جنکی دلالت صریح اس امر پر ہے کہ ظاہری شعار اسلام و احکام دنیا مین معتبر ہے اور باطن
کی تفتیش و تجسس ہمکو ضرور نہین بلکہ قرآن مین تجسس سے بھی صریح نہی وارد ہے قولہ تعالےٰ ولا تجسسوا ولا
یغتب بعضکم بعضا الآیۃ ان دونون قسمونکی آیات و احادیث کی مطابقت کا بالکل لحاظ نہ رکھکر اس فریق نے
اول قسم کو معنے ظاہر پر محمول کرکے ایک جہان کو مشرک و کافر قرار دیا ہے باوجودیکہ اکثر لوگ
جو مرتکب ان قبایح کے ہین وہ ان افعال کی کچھہ نہ کچھہ تاویل بھی کرتے ہین اور بظاہر سرحد
شرک و کفر تک پہونچنے نہین دیتے لیکن یہ لوگ اونکے افعال کے نسبت اس قدر موشگافی
اور خردہ بینی کرتے ہین کہ لامحالہ اونکو مشرک و کافر بنا دیتے ہین اور ذبیحہ تک اونکے ہاتھہ کا حرام
جانتے ہین چونکہ بازارون مین اکثر ذبح کا کام انہین عوام لوگونسے متعلق ہے اور عمومًا خلق یہی
گوشت خرید کرکے استعمال مین لاتی ہے اسوجہ سے اس فریق نے ان لوگونکو بھی فاسق قرار دیا
ہے اگرچہ ہم نہین کہہ سکتے کہ یہ اقوام عوام رسوم کفر و شرک مین مبتلا نہین اور واقعی عند اللہ بھی یہ
مسلمان ہین لیکن چونکہ اکثر آیات و احادیث ظاہری شعار اسلام معتبر کرنے اور باطن کے
تجسس نکرنیکے باب مین وارد ہین جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اسواسطے ہم حکم ظاہر مین اونکو دائرہ اسلام
سے خارج نہین سمجھہ سکتے ورنہ ہزارون بلکہ لاکھون مسلمان کافر ٹھہر جائینگے اور ہزارون
معاملہ دینی مین مثل نکاح و طلاق و نسب و وارث اور ذبایح وغیرہا مین اسوجہ سے تخلل پڑیگا
اور مسلمانونکو ایک ضیق کا عالم ہو جائیگا چنانچہ عہد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مین منافقین کا
کفر و طغیان اسقدر ظاہر تھا کہ لوگ نام بنام ہر ایک کو جانتے تھے اور آیات صریح اونکے
مذمت اور بیان کفر مین موجود ہین اور کسی شخص کو اونکے کفر مین تردد نہ تھا باوجود اسکے تمام احکام
ظاہریہ اسلام کا اونکے ساتھہ مثل اور مسلمانون کے برابر برتاؤ تھا کسی معاملہ مین مومنین اور
منافقین کے درمیان فرق نہ تھا بخلاف اس زمانیکے کہ گو ان لوگونسے بعض افعال مشتبہ
بہ شرک و کفر صادر ہون لیکن زبانسے اقرار اسلام کا رکھتے ہین اور قلب کے حال سے ہمکو
اطلاع بھی نہین پس اس صورت مین اونکو مطلقًا کافر ٹھہرا دینا البتہ ایک جرأت کی بات ہے
اور [illegible] کو کافر ٹھہرایا ہے اگر وہ اس قابل نہین ہین تو یہ تکفیر

پلٹ کر قائل کی طرف رجوع کرتی ہو اور اپنی احتیاط سے اکثر مجتہدین رحمہم اللہ بھی اہل قبلہ کی تکفیر جائز نہین لکھتے یہانتک کہ یزید شقی جو بدترین اس امت کا ہوا اور جو شنایع اور قبایح اوس سے سرزد ہوئے دوسرے سے ایسے منقول نہین باوجود اسکے حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ اور بعض دیگر علما کو بھی اوسکی تکفیر لعن مین توقف ہو جیہ جائے دیگر عوام مومنین اور اونکے مشرک و کافر قرار دینے مین اور مسلمانون کو کسقدر مصیبت و ضیق کا عالم ہو جائیگا اس کا خیال بھی ضرور ہو اور قرآن و حدیث مین ایسے تشدد سے بھی نہی وارد ہو آیہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ الآیۃ فی المشکوۃ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول لا تشددوا علی انفسکم فیشدد اللہ علیکم فان قوما شددوا علی انفسہم فشدد اللہ علیہم فتلک بقایاہم فی الصوامع و الدیار رہبانیۃ ابتدعوھا ما کتبنا علیہم رواہ ابوداود وعن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعظم المسلمین فی المسلمین جرما من سأل عن شیٔ لم یحرم علی الناس فحرم من اجل مسئلتہ اور ایسے عوام لوگونکے ذبیحہ جائز ہونیکے باب مین تو حدیث صریح موجود ہو فی المشکوۃ عن عایشہ قالت قالوا یا رسول اللہ ان ھنا اقواما حدیث عہدھم بشرک یاتوننا بلحمان لا ندری ایذکرون اسم اللہ علیہا ام لا قال اذکروا انتم اسم اللہ وکلوا رواہ البخاری اور اس مقدمہ شرک و بدعت مین غلو کی نوبت اس درجہ تک پہونچی ہو کہ اکثر مباح کو بدعت اور فسق اور بدعت و فسق کو کفر و شرک کے ساتھ منسوب کرتے ہین اور اکثر مسلمانون کو فاسق اور بدعتی قرار دینے مین کچھ تامل ہی نہین مثلاً بعض چیزین جو مشتبہ ہین اور کتاب و سنت و یا کسی کتاب فقہ مین بھی اوسکی حرمت مذکور نہین صرف اپنے قیاس پر اوسکو حرام ٹھہرا کر اوسکے استعمال کرنیوالیکو فاسق اور بدعتی لکھتے ہین جسطرح فواتح اور غمی و شادی کا کھانا گو اسمین بعض بدعات مثل تعیین روز وفات وغیرہ یا بعض شرائط غیر ضروریہ جاہلون نے شریک کر دیے ہین لیکن اسکی حرمت نہ قرآن مین مذکور ہو نہ حدیث مین نہ کتب فقہ مین اسکی تصریح ہو صرف اپنے قیاس سے ایسے کھانون کو حرام قرار دیا ہو بلکہ بعض لوگون سے بالمشافہہ مینے سنا ہو کہ یہ کھانا گوہ سے بدتر ہو تعجب کا یہ امر ہو کہ مجتہدین کے قیاس کو حجت نہین سمجھتے اور اپنا قیاس باوجود بے علمی کے اسقدر قابل احتجاج سمجھتے ہین کہ اور مسلمانون کو اسکے خلاف عمل کرنیکی صورت مین موردطعن جانتے ہین اور علی ہذا القیاس اکثر مسائل دینیہ مین اپنی سماعت یا اپنی رائے کے موافق حلال و حرام کہہ دینے مین کسیکو تامل نہین ہوتا باوجودیکہ آیات اور احادیث بکثرت ایسی جرأت سے نہی کے باب مین موجود ہین قال اللہ

تبارک وتعالی ومن الناس من یجادل فی اللہ بغیر علم ویتبع کل شیطٰن مرید آیۃ دیگر قد خسر الذین قتلوا اولادھم
سفہا بغیر علم وحرموا ما رزقہم اللہ افتراء علی اللہ قد ضلوا وما کانوا مہتدین ○ آیۃ دیگر اذ تلقونہ بالسنتکم
وتقولون بافواھکم ما لیس لکم بہ علم وتحسبونہ ھینا وھو عند اللہ عظیم ○ آیۃ دیگر ولا تقولوا لما تصف السنتکم
الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون ○
آیۃ دیگر یا ایہا الذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ○

اور بے علم فتوے دینے اور امور دینی مین بحث وجدال کے باب مین جو حدیث وارد ہین ان مین سے چند حدیث مذکور ہوتی ہین

فی المشکوٰۃ عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ من العباد
لکن یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالما اتخذ الناس رؤسا جہالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا متفق علیہ
وعن ابن عباس من قال فی القرآن برأیہ فلیتبوأ مقعدہ من النار وفی روایۃ من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ
من النار رواہ الترمذی وعن جندب قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قال فی القرآن برأیہ فاصاب فقد اخطأ رواہ الترمذی
وابو داود وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من افتی بغیر علم کان اثمہ علی من افتاہ الحدیث رواہ ابو داود وعن ابن عباس
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتقوا الحدیث عنی الا ما علمتم فمن کذب علی فلیتبوأ مقعدہ من النار
رواہ الترمذی کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ما سمع رواہ مسلم وعن عوف بن مالک الاشجعی قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم لا یقص الا امیر او مامور او مختال رواہ ابو داود ویکون فی آخر الزمان دجالون
کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباءکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم
ولا یفتنونکم رواہ مسلم عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ما ضل قوم بعد ھدی کانوا علیہ الا اوتوا الجدل ثم قرأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ھذہ الآیۃ ما ضربوہ لک الا جدلا بل ھم قوم خصمون رواہ احمد والترمذی
وابن ماجۃ اور یہی حدیث مین ہے اجرا کم علی النار اجرا کم علی الفتوی

باوجود ایسی آیات واحادیث کے پھر حلال وحرام پر حکم کرنے مین جرأت کرنا البتہ بڑی سنگینی اور جوانمردی
کا کام ہے بقول شخصی این کار از تو آید ومردان چنین کنند + اس تقریر سے ہماری یہ غرض نہین
کہ ایسے رسوم قبیحہ جو شرک وبدعت سے مشتبہ ہون قبیح نہین یا ان کا کرنا درست ہے یا ایسے
کھانے مشتبہ نہین حاشا وکلا بلکہ صرف مقصود یہی ہے کہ اسقدر تجسس اور تفتیش اور خردہ بینی
عوام مسلمانون کے حال کی ہمکو مناسب نہین اور نہ ہمکو شارع نے اسکی تکلیف دی ہے اور جو چیزین
مشتبہ ہین اگر ان سے ہم بنفس خود احتیاط کرین تو بہتر ہے لیکن اوسکا حلال وحرام ٹھہرانا

ہمارا کام نہین چنانچہ مشکوٰۃ مین موجود ہی عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الامر ثلثۃ امر بین
رشدہ فاتبعہ و امر بین غیہ فاجتنبہ و امر اختلف فیہ فکلہ الی اللہ عز و جل رواہ احمد
اور آیۂ کریمہ جو اسباب مین ہی وہ اوپر مذکور ہوئی اور ایک قاعدہ کلیہ شرع کا یہ ہی کہ ہر ایک
فعل یا فاعل کا اعتبار علیحدہ ہی ایک جرم مین دوسریکو شرکت نہین بلکہ دنیا مین بھی عدالت کا
طریقہ یہی ہی بس اگر کسی فعل مین کسی بدعت وغیرہ کی شرکت ہوگی تو خاص وہ امر بدعت البتہ
ممنوع ہوگا اور مرتکب اوس کا جزاے مناسب کا مستحق ٹھہریگا تمام امور ملحقہ اوسکے حرام اور ممنوع
نہو جاینگے مثلاً فواتح وغیرہ رسومات مین اگر کسی بدعت کا شمول ہوا تو اوسکی وجہ سے اوس کھانے مین
اثر پیدا نہوگا گو یہ رسوم قبیح ہون اور بالفرض اگر ایسے کھانے حرام ٹھہرائے جائین تو صریح آیۂ کریمہ
و من عمل سیئۃ فلا یجزی الا مثلہا کے منافی ہی اسواسطے کہ اسمقام پر دو جزائین لازم آئینگی ایکتو
اصل بدعت اور معصیت کی جو عقبیٰ پر موعود ہی دوسرے حرام ہوجانا ایک حلال چیز کا کہ یہ بھی
ایک قسم کی جزا ہی چنانچہ قرآن مین ارشاد ہو و علی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر و من البقر و الغنم حرمنا
علیہم شحومہما الا ما حملت ظہورہما او الحوایا او ما اختلط بعظم ذلک جزینٰہم ببغیہم و انا لصدقون
اور علاوہ اسکے یہ بھی لازم آتا ہی کہ گناہ ایک کرے اور دوسرا جزا مین مبتلا ہو اسواسطے کہ
بدعت اور معصیت تو زید سے ہوئی اور عمرو بکر پر جو یہ کھانے حرام ہوے تو کس جرم مین
حالانکہ یہ عدل کے خلاف ہی اور خود قرآن مین موجود ہی و لا تزر وازرۃ وزر اخرےٰ
اگر یہ کہیے کہ تکرار جزا کی بعینہ ذبح لغیر اللہ اور اکل مال غیر کی صورت مین پیدا ہوتی ہی
اسواسطیکہ ایسے گوشت اور ایسے مال کا استعمال بھی حرام ہی اور جزا بھی ہر ایک کی آخرت
مین علیحدہ مقرر ہونیوالی ہی جواب اوس کا یہ ہی کہ یہ حرمت اون چیزون میں بسبب ان افعال
کے پیدا نہین ہوئی بلکہ دراصل لحم حیوان اور مال غیر بدون شروط معینہ کے حلال ہی
نہ تھا اور جب کہ وہ شروط پائے نہین گئے تو بدستور حرام ہی رہا بخلاف اور ماکولات
اور مشروبات کے کہ وہ دراصل حلال ہین اور جب تک شارع کیجانب سے اوسکی حرمت
منقول نہو بیتامل اوسکا استعمال مباح ہی چنانچہ حدیث مین ارشاد ہوتا ہی فی المشکوٰۃ
عن ابی ثعلبۃ الخشنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ فرض فرائض فلا تضیعوہا
و حرم حرمات فلا تنتہکوہا و حد حدودا فلا تعتدوہا و سکت عن اشیاء من غیر نسیان فلا تبحثوا عنہا
رواہ الدارقطنی اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی چیز کے حلال و مباح ہونیکے واسطے دلیل کی حاجت نہین

بلکہ صرف شارع کا سکوت کافی ہی لیکن اگر فرض یا حرام ٹھہرائیے تو بے شک اوسکے واسطے دلیل
موجود ہونا ضرور ہی اور اس مسئلہ مین ارباب نقل اور عقل دونونکا اتفاق ہی چنانچہ شفا مین بوعلی
سینا کے قول کا محصل بھی یہی ہی کہ جس چیز پر امتناع کی دلیل نہ قائم ہو وہ شی بقعہ امکان (یعنی جواز)
مین داخل ہی رہا امر معروف ونہی منکر جو ہر ایک مسلمان کو بقدر طاقت ضرور ہی اوسکی تعمیل یون
مناسب ہی کہ ایسے عوام کے ساتھہ بملایمت وملاطفت بتدریج قبایح اور شنایع اونکے افعال کے
ظاہر کیے جائین اور وہ بھی ایکبارگی نہو بلکہ تدریج کے ساتھہ اول جو امور کفر وشرک کیطرف
منجر ہون اونکی اصلاح کیجائے بعد اوسکے کبائر صریحہ سے بعد اوسکے اور بدعات سے جنکی تصریح
کتاب وسنت مین وارد نہین اور اس صورتمین امید ہی کہ شاید کوشش نافع بھی ہو نہ کہ اس سختی
وتشدد کے کہ وہ صورت دیکھتی ہی بھاگ کھڑے ہون چنانچہ خداوند تعالے قرآنمین آنحضرت
کیطرف مخاطب ہو کر ارشاد فرماتا ہی اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ
وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ الآیہ اور دوسری جگہ فرماتا ہی وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ
اور دوسرے موقع پر جہلا وعوام سے ملایمت اور ملاطفت کرنیوالون کی تعریف مین ارشاد ہوتا ہی
وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ۝
اور دیگر وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ۝
اکثر اس فریق کے لوگ فاسق اور بدعتی (یعنے فروع مین بدعت کرنیوالے) کی امامت صحیح
نہین جانتے بلکہ اسوجہ سے جمعہ اور جماعت سے بھی محروم رہتے ہین بلکہ جو لوگ بعض فروعات
دین مین رسوم بدعیہ کے مرتکب ہین اونکو فاسق سے بدتر جانتے ہین چنانچہ ایک صاحب بالمشافہہ
راقم سطور سے کہا کہ اگر فاسق کے پیچھے نماز پڑھ بھی لین لیکن ایسے بدعتی کے پیچھے ہرگز نہ پڑھین
یہ تقریر عجیب غریب ہی کہ فاسق جو مرتکب کبائر صریحہ کا ہی جو قرآن وحدیث سے منصوص ہین
اوسکی امامت صحیح ہو اور فروع دین مین بدعت کا مرتکب یا جسکے افعال کا بدعت ہونا بھی مشتبہ
یا ازروے قیاس کے ہو وہ اس درجہ مردود ہو[له] باوجودیکہ خداوند تعالے ایسے لوگونکی نسبت وعدہ
مغفرت کا بھی فرماتا ہی آیہ کریمہ إِن تَجْتَنِبُوا كَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلًا كَرِيمًا
اور کبائر کو علما نے ازروے نصوص قرآن وحدیث کے محصور کر دیا ہی ہر ایک بدعت کبائر
مین داخل نہونگے مگر اصرار کی صورتمین البتہ اوسکے مرتکب کو فاسق کہہ سکتے ہین اور
اوس حال مین بھی اسلام سے اوسکو باہر نہ سمجھینگے اسواسطے کہ اہل سنت وجماعت کے نزدیک

[له] اور باوجود موجود ہونے اصل حدیث وفقہ کے ترجمہ پر بھی عمل کرنا بھی ایک بدعت سیئہ ہو تو ایسے شخص کی امامت بھی [illegible]

بالاتفاق فاسق مسلمان ہو اور اوسکی نماز و امامت صحیح ہو اور قطع نظر ورود احادیث کے یہ مسئلہ
بالاجماع قطعی طور پر ثابت ہو اسمین ظن و احتمال کو گنجایش نہین قرن اول سے آجتک کسیکو
اسمین خلاف نہین ہان خوارج البتہ فاسق کو کافر سمجھتے ہین اور معتزلہ نہ مسلمان کہتے ہین نہ کافر
بلکہ ایک واسطہ ٹھہراتے ہین اور جو احادیث کہ بحسب مفہوم ظاہر بہت تشدد کے ساتھ اہل بدعت کے
حق مین وارد ہین بالاجماع اصول دین یعنے عقائد مین احداث کرنیوالونکے نسبت مثل روافض
اور نواصب اور خوارج اور معتزلہ وغیرہم سے ہین نہ باعتبار اعمال فرعیہ کے گو یہ بھی قبیح و شنیع
ہون اور اصطلاح فقہا مین مبتدع ایسے ہی فرقونکے نسبت لکھتے ہین اگر یہ کہا جاوے کہ جو بعض
اشخاص اس فریق کے ایسے فاسقونکے پیچھے نماز نہین پڑھتے اوسکی یہ وجہ ہو کہ از روے کتب فقہ
امامت فاسق اور مبتدع کی مکروہ ہو تو اس کا جواب یہ ہو کہ یہ کراہت بیشک مسلم ہو لیکن فسق
صرف ارتکاب رسوم بدعیہ مین منحصر نہین ہو بلکہ ظلم و جبر اور جو معاصی حقوق اس سے متعلق
ہین وہ قطعاً بدعت سے اقبح اور اشد اور اوس سے اس زمانہ مین کمتر نفوس محفوظ ہین پھر
تقوی کا دعوی ہمارا کیونکر مسلم ہو سکتا ہو ہم اور وہ دونون فسق مین برابر ہین اس صورت مین
اگر ایسے فساق کے اقتدا سے احتیاط کیجاوے تو جماعت کا شعار اسلام سے بالکل اوٹھہ
جائیگا علاوہ اسکے باوجود لوث دنیا اور شنایع افعال کے ہم لوگونکو غیر کے نفوس سے اپنے نفس کو ترجیح دینا
اور اوسکو منزہ ٹھہرانا کس شریعت مین مستحسن ہو چنانچہ قرآن مین بسبیل الزام و تشنیع ارشاد ہوتا ہو اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِينَ
يُزَكُّونَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّي مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُونَ فَتِيْلًا ○ اور دوسری جگہہ ارشاد ہو فَلَا
تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى **فائدہ دوم** اس فائدہ مین وہ امور مذکور ہین جو عمل بالحدیث
کے حیلہ تفضیح کے ذریعے سے اس فریق کو از قبیل تمتعات دنیاوی حاصل ہوے اور اسی وجہ سے
اکثر لوگونکو اس طریقہ کے طرف میلان ہوا مگر یہ ہم نہین کہتے کہ کل فریق نے نہین اغراض سے
اس طریقہ کو اختیار کیا بلکہ بعضے ایسے بھی ہین جو محتاط اور متقی ہین اور ایسے لوگ صرف بسبب
عدم غور و تامل کے یا سہو و خطا کے اس مغالطہ مین آگئے ہین **تمتع اول** یہ کہ نفس امارہ
انسانی ہرگز مقید ہونا اور کسی اپنے ہم جنس کا اقران و امثال سے تابع ہونا گوارا نہین کرتا
اور آزادی کا طالب ہو اور تقلید کی صورت مین آزادی ممکن نہین بلکہ ایک قید سخت مین
مسلسل رہنا پڑتا ہو علاوہ اسکے اکثر قرآن و حدیث مین مسائل احکامیہ بطور کلیات
ارشاد ہین اور اوسکے جزئیات کی تفصیل اجتہاد پر موقوف ہو چنانچہ مجتہدین نے ایسے

فائدہ دوم

تمتع اول

نصوص مین ہر ایک چیز کی علت پیدا کر کے علاوہ منصوص کے صدہا چیز کی حرمت اور حلت
ثابت کی ہی اور نفس کو اور زیادہ تر قید شدید مین مبتلا کیا ہی اسوجہ سے نفس خبیث کوئی حیلہ تفتیش تلاش
کر کے اس قید سے آپ کو چھوڑایا چاہتا ہی چنانچہ اس فریق نے عمل بالحدیث کا حیلہ نکالکر آپ کو
اس کشمکش سے چھوڑایا اور خود مختار حاکم بنے اور جو منافع اور فوائد اس خود مختاری سے حاصل
ہوے وہ ہر ایک عاقل پر روشن ہین اسواسطے کہ تفصیل اشیاے محرمات کی سوا ان چیزونکے
جنکی حرمت مشہور ہی صرف کتب فقہ مین البتہ یکجا موجود ہی اور احادیث مین بدون کمال تتبع کے
اطلاع اوسکی حاصل نہین ہوتی اور اس تتبع کی نوبت ہزارونمین سے دو ہی چار کو حاصل ہوتی
ہی اس صورتمین تا حصول تتبع اور اطلاع ایسے احکامات کی پابندیسے بالکل آزادی ملی یہ کیا
کم آسایش ہی علاوہ اسکے جو مجتہدین نے علت پیدا کر کے یا ناسخ کو منسوخ سے جدا کر کے
از روے اجتہاد کے بعض چیزونکو حرام ٹھہرایا ہی اس قید سے بری ہوے مثلاً ربٰو کا
مسئلہ حدیث مین نہایت مجمل ہی اور صرف چھہ چیزونمین تصریح ربٰو کا ہونا ارشاد ہی
یعنی سود ۱۲
فی المشکوٰۃ عن عبادۃ بن الصامت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الذھب
بالذھب والفضۃ بالفضۃ والبر بالبر والشعیر بالشعیر والتمر بالتمر والملح بالملح مثلاً بمثل سواءً بسواء
یداً بید فاذا اختلف ھذہ الاصناف فبیعوا کیف شئتم اذا کان یداً بید رواہ مسلم
پس اس حدیث مین مجتہدون نے علت ربٰو کی پیدا کر کے اکثر اشیا کو اسمین داخل کیا ہی
اگر انکی تقلید کو چھوڑکر صرف حدیث پر عمل کرین تو سود کی رقم سے انبار اوٹھہ سکتے ہین اور
ایسے ہی صدہا حدیث مجمل موجود ہین غسل جنابت کے مقدمہ مین ارشاد ہی الماء من الماء
یعنے وجوب غسل انزال کے ساتھہ مشروط ہی مجتہدین نے قبل و بعد کی تحقیق کر کے
اس حدیث کو منسوخ ٹھہرایا ہی اور اگر انکی تحقیق کو نمانین تو کسقدر آسایش ہی بخلاف اسکے
تقلید مین کسقدر تکلیف اور تصدیع ہی فی المشکوٰۃ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم
قال قال عجب اللہ من قوم یدخلون الجنۃ فی السلاسل و فی الروایۃ یقادون الی الجنۃ
بالسلاسل رواہ البخاری دوسرا تمتع یہ مرتب ہوا کہ اکثر نفس کو خواہش جاہ و منزلت
کی ہوتی ہی اور اوسکے حصول کے واسطے اسباب و وسائل درکار ہوتے ہین اور منجملہ انکے
ایک علم و تحقیق بھی وسیلہ اس منزلت حاصل کرنیکا ہی لیکن خود اس وسیلے کے حاصل
کرنیمین بھی محنت ہی مثلاً علم دین کا بطور کامل حاصل کرنا اب علوم عربیہ و کتاب

دوسرا تمتع

وسنت کی تکمیل اور تحقیق پر موقوف ہی اور اسکے واسطے ایک مدت کثیر درکار ہی اسواسطے جن لوگون کو بدون
محنت اوٹھانیکے شوق محقق مشہور ہونیکا پیدا ہو تو ضرور ہی کہ ان سب مراحل کو فضول و مہمل قرار دیکر اور تھوڑی سی
صرف نحو پڑھکے چند کتب حدیث و تفسیر دیکھکر وعظ کی قوت پیدا کرین اور اس ذریعہ سے ایک وجاہت ظاہری
پیدا ہو جاوے بلکہ علماے سابق کی تحقیقات سے جداگانہ اگر کوئی نئی بات پیدا ہو تو اس ذریعہ سے شہرت اوسکے جید
تحقیق کی بہت کچھ ہو سکتی ہی اور نئے محقق لوگونکے نزدیک قرار پا سکتے ہین اور اگر اس قدر محنت کی برداشت بھی
نہو تو صرف ترجمہ کا اعتماد کافی ہی اور اس ذریعے سے بھی لوگونمین محقق مشہور ہو سکتے ہین صرف اس طمع نے بھی
بعض لوگون کو اس طریقہ کیطرف مائل کیا ہی فی المشکوۃ وعن کعب بن مالک قال قال رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم من طلب العلم لیماری بہ العلماء اولیماری بہ السفہاء او یصرف بہ وجوہ الناس الیہ
ادخلہ اللہ النار رواہ الترمذی ورواہ ابن ماجہ عن ابن عمر اور کل اس فریق کے
لوگ اپنے آپ کو مسائل دینیہ مین محقق جانتے ہین اور دوسرونکو اگرچہ وہ علم مین کتنا ہی زیادہ ہو جاہل تصور
کرتے ہین اور گو اونمین کسیکو مزاولت فن حدیث کی ہو یا نہو بے تامل کہدیتے ہین کہ فلان امر ہرگز حدیث
مین نہین ہی اور یہ ایک عجیب بعید العقل بات ہی کہ جس شخص نے کسی چیز کو نہین دیکھا اوسکے وجود و عدم پر کیونکر حکم
کر سکتا ہی بلکہ یہ جرات اکثر علما و محدثین کو بھی نہین اللہم سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم
تیسرا نتیجہ چونکہ کسی سے پوچھنے اور دریافت کرنے مین نفس کو عار معلوم ہوتا ہی اسوجہ سے اکثر اس فریق کے
لوگ ترجمہ پر قناعت کرکے اس عار سے محفوظ رہتے ہین فائدہ سوم اس فائدہ مین اون امور کا مذکور ہی جو اس
ترک تقلید اور عمل بالحدیث کے سبب سے ثمرات اور نتائج مرتب ہوتے ہین اگرچہ یہ مسئلہ تقلید ایسا نہین جسکے
ترک یا اختیار مین کسی وجہ سے آدمی دائرہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہو جاے اور اسقدر ملامت اور
طعن کے قابل ہو لیکن جب اسکے نتائج اور ثمرات پر جو آیندہ اس سے پیدا ہونیوالے ہین غور کیا جاے تو ایک بڑا اہم مسئلہ قرار
پاتا ہی چنانچہ دو ایک نتیجے ظاہر کرتا ہون اول ضرر غیر مقلدی کا یہ ہی کہ نفس امارہ خود مختاری کا خواہشمند ہی
اور ایسا کوئی محتاط ہزارون مین ایک ہی ہوگا کہ خود مختار رہتے ہوئے کسی مسئلہ مین باوجود کسی تاویل شرعی
موجود ہونیکے آسان صورت چھوڑکر تکلیف کی صورت کو لیوے اور برداشت کرے اس صورت مین کسقدر نفس کو
گنجایش حاصل ہوگی یہ مرد انصاف پسند کو ظاہر ہی اگر یہ کہیے کہ ہمارا نفس ایسا ہے محتاط اور ہمکو اسپر اطمینان
ہی تو اوسکا جواب یہ ہی کہ کل احکام شرعیہ تمام امت کے نسبت عام ہین کسی نفس خاص کی وجہ سے
مسائل کی تخصیص نہین ہو سکتی والا خواص صحابہ ان تکلیفات سے مستثنی ہوتے دوسرے قباحت یہ ہی کہ جابجا
قرآن اور اکثر احادیث مین جمہور اور سواد اعظم کی پیروی کیواسطے حکم ہی اور تمام عرب سواے نجد اور اسیر کے

اور کل روم و مغرب اور بخارا اور کابل اور اکثر ممالک ہندوستان سب ملک مین تقلید ائمہ اربعہ کی شائع ہی اور زمانہ سابق مین بھی ایسا ہی تھا کہ سوا بعض محدثین کے جنکو خود منصب اجتہاد حاصل تھا باقی سب اونکے تابع تھے اس صورتمین اسقدر سواد اعظم کے خلاف ایک طریق جدا گانہ پیدا کرنا کیونکر موجب فلاح ہوگا نتیجہ اوسکا فتنہ عظیم متصور ہی کہ یہی قرآن و حدیث کل فرق ہفتاد و سہ گانہ کا متمسک ہی اور ہر ایک اسی سے اپنے اپنے عقائد پر استدلال قائم کرتا ہی جنکہ اہل حق یعنے سنت و جماعت کو باوجود تقیت مذہب اور حصول علم وافر اور ذہن سلیم کے اور زیر قرب زمان نبوت کے اثبات عقائد حقہ کے باب مین کسقدر اہتمام درکار ہوا ایسی صورتمین اگر کوئی شخص اتنی مدت دراز کے بعد بدون تحصیل علوم متعلقہ کے اس خود مختاری کے ساتھ قرآن و حدیث سے استخراج عقائد اور احکام کا کرنا چاہے تو ظاہر ہی کہ ایک نئے رنگ کی تحقیق حاصل ہوگی اور نتیجہ اوسکا یہ ہوگا کہ فتنہ رفتہ اکثر مذہب باطلہ کے عقائد سے ساتھہ مخلوط ہوکر ایک نیا معجون بن جاویگا اسواسطے کہ ہر مذہب کی تائیدات اسی قرآن و حدیث مین موجود ہین اور اون کا باہم مطابقت یا کسی کو ترجیح دیکر تعارض کو دفع کرنا بدون بڑی تحقیق اور علم وافر کے ممکن نہین اور یہ امر تو یہان مفقود ہی پھر نہ مختلط ہونیکی کیا صورت ہی چنانچہ اب تک عقائد مین چند مذہب کا اختلاط تو ہوگیا ہی اور آئندہ ترقی کی امید ہی مثلاً خوارج فاسق کو کافر سمجھتے ہین ایسا ہی اس فریق کا بھی گمان ہی معتزلہ کرامات اولیا اور ایصال ثواب اموات کے منکر ہین اور شفاعت مین بھی گفتگو رکھتے ہین وہ اعتقاد بھی اس فرقہ مین بھی موجود ہی امامیہ امامت مین عدالت کی شرط کرتے ہین ویسا ہی یہ فریق بھی اقتدا فاسق کی صحیح نہین جانتے اور مسائل جزئیہ مین بھی حق اور غیر حق کی تمیز کیواسطے علم وسیع اور فہم سلیم درکار ہی وہ ہر ایک مین موجود نہین اس صورت مین وصول مطلوب کس قدر مشکل ہی ؎ ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ۞ کاین رہ کہ تو میروی بترکستان است ۞

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝

الحمد للہ والمنہ کہ یہ رسالہ موسومہ باظہار الادلہ بجواب اشتہار اذلہ ابی محمد حسین لامذہب لاہوری اور اتباع اونکے تالیف شریف جناب مولوی شاہ سید کریم اللہ صاحب حیدرآبادی کا مطبع نظامی مین باہتمام عاجز محمد عبد الرحمن عفی عنہ بتاریخ عشرہ اولے شعبان المعظم سنہ ۱۲۹۶ ہجری کو چھپا مطبوع طبائع خاص و عام ہوا واسطے سند اس امر کے کہ یہ نسخہ چھپا ہوا مطبع نظامی کا ہی مہر و دستخط مہتمم کیے گئے